This PDF Download from Madaarimedia.Com

صوفی ازم اور علم و ادب کا بے باک ترجمان

RAHBARE NOOR

QUARTERLY URDU

अंक 20 — شمارہ نمبر ۲۰

वर्ष 06 — جلد نمبر ۶

مزار پرانوار

سہ ماہی رہبر نور مکنپور شریف

ولی کامل حضور

بابائے قوم وملت رح نمبر

Rs.70/-

سلسلہ اشاعت کا چھٹا سال

رجب المرجب، شعبان المعظم، رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ // Jan, Feb, Mar. 2025

چرچہ نہ مرا کرنا طیبہ کی فضاؤں میں

بابائے قوم وملت کی حیات شریعت وطریقت کے آئینہ میں

ایک آفتاب ولایت بابائے قوم وملت

حضور بابائے قوم وملت ایک اسم بہ مسمیٰ شخصیت

بابائے قوم وملت کی شخصیت اور اخلاقی پہلوؤں پر ایک نظر

دنیا تجھے دکھائیں گے جو ہرانا کے ہم

حضور بابائے قوم وملت اپنے کردار وعمل کی روشنی میں

بابائے قوم وملت کی شاعری کے محاسن

حضور سید محمد ولی شکوہ ایک عظیم روحانی پیشوا

ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری دار النور مکن پور شریف کانپور (انڈیا)

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

مداری میڈیا

سلسلۂ عالیہ مداریہ کی تعلیمات و معلومات کا سب سے بڑا مفت ذخیرہ

Www.MadaariMedia.Com

مداریہ کتب خانہ

وانسپ گروپ

MADAARI MEDIA

The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح

سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں

سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات

سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

بفیض روحانی۔ شہنشاہ ولایت سیّد بدیع الدّین احمد قطب المدار مدار العالمین رضی اللہ عنہ

بیادگار الحاج ڈاکٹر سیّد مرتضیٰ حسین رہبر والحاجہ سیّدہ نور النہار فاطمہ علیہما الرحمۃ والرضوان

سہ ماہی رہبر نور مکن پور شریف

رجب المرجب ۱۴۴۶ھ
شعبان المعظم، رمضان المبارک
Jan. Feb. Mar.
2025

QUARTERLY
RAHBARE NOOR
URDU

مجلس ادارت

چیف ایڈیٹر
ابوالمشرب سیّد مقتدا حسین جعفری

مینیجنگ ایڈیٹر
ڈاکٹر سیّد اقتدا حسین جعفری عامر

ایڈیٹر
مفتی سیّد نثار حسین جعفری مداری

جوائنٹ ایڈیٹر
مولانا سیّد ازبر علی مداری

سرکلیشن مینیجر
سیّد شعب غازی مداری
و
سیّد قمر حسین جعفری

مجلس مشاورت

عزت مآب
مشائخ مکن پور شریف
و
جملہ علماء کرام
سلسلہ عالیہ
مداریہ

OWNER
PRINTER &
PUBLISHER
MUQTIDA HUSAIN
JAFRI
BY PRINTED -
INSHA PRINTERS
91/4 HIRA MAN
PURWA, KANPUR
&
PUBLISHED
FROM-VILL.
&
POST. MAKANPUR
KANPUR

स्वामी, प्रकाशक एवं मुद्रक- मुक़तिदा हुसैन जाफ़री ने इंशा प्रिन्टर्स 91/4- हीरामन पुरवा कानपुर से छपवाकर सम्पादक- मुक़तिदा हुसैन जाफ़री ने कार्यालय रहबरे नूर मकनपुर शरीफ़ कानपुर से जारी किया।

ALL DISPUTED
MATER IN VALID
KANPUR
JURISDICTION

ایڈیٹر، پبلشر و پرنٹر مقتدا حسین جعفری نے انشاء پرنٹرس 91/4 ہیرامن کا پوروہ، کانپور سے چھپوا کر دفتر رہبر نور مکن پور شریف سے جاری کیا۔

رسالہ میں شائع ہونے والے مضامین آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے لیکن مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق رائے ہونا ضروری نہیں ہے

This PDF Download from Madaarimedia.Com

اداریہ

حریف ظلمت شب تھے وہی وہ اشک تابندہ
شب تاریک نے جن کی حقیقت کو نہیں سمجھا

کس قدر وسعت بیکراں تھی اور کس قدر پاکیزہ تفکرات کا سرمایہ تھا ہمارے اسلاف واکابرین کے مقدس پیغامات میں۔ تاریخ گواہ ہے کہ انہیں پیغامات نے ہماری قوم کے ذہنی نشوونما، سماجی فکر انگیزیوں، حق وصداقت کے ساتھ زندہ رہنے کا شعور، نیکی کے راستوں پر گامزن رہنے کا جذبہ، مذہبی اور روحانی رواداریوں اور مجاہدانہ زندگی گزارنے کے عملی اقدامات کو اتنا عظیم استحکام بخشا تھا جس نے قوم کا مقدر جگمگا دیا تھا۔ آج سماجی انقلابات اور تفکرات کی بے راہ روی نے ہماری تمام تر قوتوں اور روحانی قدروں کو پامال کر کے رکھ دیا ہے۔

شریعت وطریقت، اسلامی شعور وآگہی اور اسلامی تعلیمات کو ہر شخص اپنے نظریہ سے دیکھ رہا ہے۔ بزرگان دین کی مقدس حیات سے جو درس اور سبق آموز طریقہ کار ہماری حیات کو نصیب ہوتا ہے ہم نے اس کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ہم اپنی ناقص العقلی سے زندگی کے ہر شعبہ میں فیصلے لینے کیلئے بالکل آزاد نظر آتے ہیں۔

میرے عزیزو! جب ہم ہندوستان کی تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں ملتا ہے کہ روحانی جذبہ فکر کو سلسلہ عالیہ مداریہ کے اسلاف واکابرین نے جتنا پروان چڑھایا تھا اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ وقت کی تبدیلی کے ساتھ ہی ان بزرگوں کی خدمات بھی مفقود سی ہو کر رہ گئی ہیں۔ "ادارہ رہبر نور مکن پور شریف" اپنے اسلاف واکابرین کی خدمات کو وقت کے اندھیروں میں گم نہ ہو جانے کی یقین دہانی کراتا ہے۔ ہمارا یہ قدم آپ کی نوازشات کا شکر گزار رہے گا۔

چیف ایڈیٹر

وسیلہ کیا ھے؟

مفہوم، اقسام و شرعی احکام

اور فوت شدہ معظم ہستیوں سے توسل واستمداد کا شرعی حکم

از قلم: ابو الحماد محمد اسرافیل حیدری مداری

وسیلہ کا معنی و مفہوم

لغوی طور پر وسیلہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعے کسی ذات تک رسائی یا قرب حاصل کیا جا سکتا ہو۔

لغت عرب کی قدیم اور معروف کتاب ''الصحاح'' میں ہے:

الوسيلة: ما يتقرب به إلى الغير.

''وسیلہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی کا قرب حاصل کیا جائے''۔

(الصحاح تاج اللغة و صحاح العربية لأبی نصر إسماعيل بن حماد الجوهری المتوفیٰ 393ھ، باب اللام، فصل الواو، مادة وسل: 5/1841، دار العلم للملايين، بيروت، 1407ھ)

مشہور لغوی اور اصولی، علامہ مبارک بن محمد المعروف بہ ابن الاثیر جزری (544-606ھ) لکھتے ہیں:

فی حديث الأذان: اللهم آت محمدا الوسيلة، هی فی الأصل: ما يتوصل به إلى الشیء ويتقرب به، وجمعها: وسائل، يقال: وسل إليه وسيلة وتوسل والمراد به فی الحديث القرب من الله تعالىٰ، وقيل: هی الشفاعة يوم القيامة.

''اذان (کا جواب دینے کی فضیلت) والی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ اے اللہ! حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وسیلہ دے۔ وسیلہ اصل میں وہ چیز ہے جس کے ذریعے کسی چیز تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے۔

اس کی جمع وسائل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں کی طرف وسیلہ بنایا۔ حدیث نبوی میں وسیلے سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قیامت کے دن ہونے والی شفاعت ہے۔''

(النهاية فی غريب الحديث والأثر، باب الواو مع السين، مادة وسل: 5/555، المكتبة العلمية، بيروت، 1399ھ)

مشہور لغوی، علامہ ابو الفضل محمد بن مکرم بن علی، المعروف بہ ابن منظور افریقی (م: 711ھ) لکھتے ہیں:

الوسيلة: المنزلة عند الملک، والوسيلة: الدرجة، والوسيلة: القربة.

''وسیلہ سے مراد بادشاہ کے ہاں مقام و مرتبہ ہے۔ اس کا معنی درجہ اور قربت بھی ہوتا ہے''۔

(لسان العرب، حرف اللام، فصل الواو، مادة وسل: 11/724، دار صادر، بیروت، 1414ھ)

معلوم ہوا کہ وسیلہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا تقرب اور اس کی خوشنودی حاصل کرتا ہے اور اس سے مراد نیک اعمال ہیں، جیسا کہ:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.

(المائدہ 5:35)

''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہوسکو۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آیت کی ترتیب میں حسن بلاغت بھی خوب ہے سب سے پہلے ایمان، پھر اللہ کا تقویٰ، پھر وسیلہ، اور انجام فلاح دنیا و عقبیٰ۔

دعا میں وسیلہ

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے اس کو قبولیت کے درجے تک پہنچانے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، اسے بھی وسیلہ کہہ دیا جاتا ہے۔ دعا چونکہ عبادت ہے اور ہر عبادت کا طریقہ بھی قرآن وسنت سے ہی معلوم کیا جاتا ہے، لہٰذا دعا میں وسیلے کے بارے میں قرآن وسنت کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے گا۔ دعا میں وسیلے کا جو جو طریقہ کتاب وسنت سے ثابت ہوگا، وہ جائز اور مشروع ہوگا جبکہ دوسرے طریقے ناجائز و غیر مشروع ہوں گے۔ آیئے ملاحظہ فرمائیں:

وسیلے کی اقسام

جائز وسیلہ

دعا میں وسیلے کی متعدد قسمیں مشروع و جائز ہیں:

(1) انسان اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ کا وسیلہ پیش کرے، مثلاً:

یا اللہ! تجھے تیری رحمت کا واسطہ، ہمارے حال پر رحم فرما۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا.

(الاعراف 7:180)

''اللہ تعالیٰ کے بہت اچھے اچھے نام ہیں، اس سے ان ناموں کے ساتھ دعا کیا کرو۔''

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (م:671ھ) فرماتے ہیں:

قوله تعالىٰ: فَادْعُوهُ بِهَا، أي اطلبو امنه بأسمائه، فيطلب بكل اسم ما يليق به، تقول: يا رحيم ارحمني، يا كريم اكرمني ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: فَادْعُوهُ بِهَا (تم اسے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ پکارو)، یعنی اس سے اس کے ناموں کے وسیلے مانگو۔ ہر نام کے وسیلے اس سے ملتی جلتی چیز مانگی جائے، مثلاً اے رحیم، مجھ پر رحم فرما! اے کریم مجھ پر کرم فرما۔''

(الجامع لأحكام القرآن: 7/327)

(2) ایک یہ ہےکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کیا جائے، جیسا کہ: قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی ایک صفت یوں بیان کی ہے:

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (آل عمران 3:16)

''وہ لوگ کہتے ہیں: اے ہمارے ربّ! بیشک ہم ایمان لے آئے ہیں، لہٰذا ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔''

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م:774ھ) فرماتے ہیں:

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا، أي: بك وبكتابك وبرسولك، فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا، أي بايماننا بك وبماشرعته لنا، فاغفرلنا ذنوبنا وتقصيرنا من أمرنا بفضلك ورحمتك، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ترجمہ: مومن کہتے ہیں: اے ہمارے ربّ! ہم تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسول پر ایمان لے آئے ہیں۔ تو اپنے ساتھ ایمان رکھنے اور اپنی نازل کردہ شریعت کو تسلیم کرنے کے طفیل اپنے فضل و رحمت سے ہمارے گناہ معاف اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما۔

(تفسیر القرآن العظیم:2/23)

☆ اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا ایک قول اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ. (آل عمران 3:53)

''اے ہمارے ربّ! ہم تیری نازل کردہ کتاب پر ایمان لائے اور تیرے رسول کی پیروی کی، لہٰذا ہمارا نام بھی تصدیق کرنے والوں میں شامل فرما دے۔''

☆ عقل مند لوگوں کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ. (آل عمران 3:193)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہم نے ایک منادی کی یہ پکار سنی کہ اپنے ربّ پر ایمان لاؤ، چنانچہ ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے ربّ! (اس ایمان کے طفیل) ہمارے گناہ معاف فرما دے، ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔''

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو اپنے نیک اعمال کا واسطہ دینا مشروع ہے۔ نیک اور عقل مند لوگوں کا یہی وطیرہ رہا ہے۔ مسلمانوں کو یہ جائز وسیلہ استعمال کرنا چاہیے۔

قصۂ اصحاب غار

☆ صحیح حدیث میں اصحاب غار والا مشہور واقعہ موجود ہے، جنہوں نے مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو اپنے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کیا تھا اور ان کی پریشانی رفع ہو گئی تھی۔

(صحیح البخاری:2/883، ح:5974، صحیح مسلم:2/353، ح:2743)

(3) تیسری مشروع صورت یہ ہے کہ کسی زندہ، صالح اور مومن انسان سے دعا کرائی جائے، جیسا کہ سورہ نساء (64) میں اس کا ثبوت مذکور ہے۔ اس کی مکمل تفصیل آگے دیکھئے۔

☆ صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصیبت اور پریشانی میں دعا کراتے تھے۔ اس بارے میں بہت ساری احادیث موجود ہیں۔ ایک نابینا شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حق میں دعا کرائی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی ذات کے وسیلے سے دعا مانگنے کا حکم دیا تھا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے وسیلے سے نابینا صحابی نے دعا مانگی ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

(سنن الترمذی:3578، وسندہ حسن)

حضرت عباس ابن عبدالمطلب کے وسیلے سے دعا

☆اسی طرح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرائی، دعا قبول ہوئی۔

(صحیح البخاری:137/1، ح1010)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور، کسی نبی علیہ السلام، یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ یا کسی ولی سے اپنے تعلق کا واسطہ دے کر دعا کرنا جمہور اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک جائز ہے، چناچہ قرآنِ کریم کی آیت سے ثابت ہے کہ بنوقریظہ اور بنونضیر کے یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلے سے فتح ونصرت کی دعا کیا کرتے تھے۔(البقرۃ:89)

نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلم مسلمان فقراء کے توسل سے دعائیں کرتے تھے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقراءِ مہاجرین کے توسل سے دعا فرماتے تھے۔

(مشکاۃ:2/447قدیمی)

(باب ما جاء فی الاستفتاح بصعالیک المسلمین) الصعالیک جمع صعلوک .قال فی القاموس: والصعلوک کعصفور: الفقیر وتصعلک افتقر والمراد من الاستفتاح بهم الاستنصار بهم روی الطبرانی عن أمیة بن عبد اللّٰه بن خالد بن أسید قال: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یستفتح بصعالیک المسلمین، قال المنذری: رواته رواة الصحیح وهو مرسل، وفی روایة یستنصر بصعالیک المسلمین قال المناوی فی شرح الجامع الصغیر: قوله یستنصر بصعالیک المسلمین أی یطلب النصر بدعاء فقرائهم تیمنا بهم؛ ولأنهم لانکسار خواطرهم دعاؤهم أقرب إجابة، ورواه فی شرح السنة بلفظ: کان یستفتح بصعالیک المهاجرین قال القاری: أی بفقرائهم وببرکة دعائهم وفی النهایة: أی یستنصر بهم، ومنه قوله تعالی: إن تستفتحوا فقد جائکم الفتح قال القاری: ولعل وجه التقیید بالمهاجرین لأنهم فقراء غرباء مظلومون مجتهدون مجاهدون فیرجی تأثیر دعائهم، أکثر من عوام المؤمنین وأغنیائهم انتهی

ترجمہ: یہ باب مسلمان فقیروں کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت طلب کرنے کے بارے میں ہے۔ الصعالیک الصُعلُوک کی جمع ہے قاموس میں ہے الصُعلُوک عُصفُور کے وزن پر ہے "الفقیر" کے معنی میں کہا جاتا ہے تصعلک جب کوئی فقیر ہوجائے اور فقیروں کے توسل سے فتح طلب کرنے کا معنی ہے، ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا۔

امام طبرانی نیامیہ ابن عبداللہ ابن خالد ابن اسید سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم مسلمان فقیروں کے توسل سے اللہ پاک سے فتح ونصرت طلب کرتے تھے۔ منذری کہتے ہیں اس حدیث کے سارے رُوَاۃ صحیح کے راوی ہیں۔ اور یہ حدیث مرسل ہیاور اس حدیث کی ایک اور روایت ہے جس میں یستفتح کی جگہ یستنصر بصعالیک المسلمین ہے۔ امام مناوی شرح جامع صفیر میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قولہ یستفتح بصعالیک المسلمین۔ یعنی فقراء کی دعاؤں

کے توسل سے مدد طلب کرتے تھے تا کہ ان کے توسل سے برکت ہو، اور اسلیئے بھی کہ ان کے ٹوٹے ہوئے دلوں کی وجہ سے ان کی دعا قبولیت سے قریب تر ہوتی ہے۔ اور "شَـرحُ السـنة" میں اس حدیث کی روایت اس لفظ کے ساتھ ہے: كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ. یعنی حضور صلّی اللہ علیہ وسلم فقراءِ مہاجرین کے توسل سے دعا کرتے تھے۔ ملا علی قاری کہتے ہیں: فقراء کے توسل سے حضور اس لیئے دعا کرتے تھے کہ ان کی دعاؤں میں برکت تھی۔ اور النھایہ میں ہے "يستنصر بهم" یعنی یستفتح کا معنی ہے نصرت طلب کرنا۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَائَكُمُ الْفَتْحُ. یعنی اگر تم لوگ ان کے توسل سے نصرت طلب کرو تو بیشک تمہیں فتح مل جائے گی۔ ملا علی قاری کہتے ہیں مہاجرین کی کی قید لگانے کی وجہ یہ ہیکہ وہ فقیر، غریب، مظلوم، مجتہد اور مجاہد لوگ تھے اسلیئے ان کی دعاؤں میں تاثیر عوام مومنین اور اغنیاء سے زیادہ زیادہ ہونیکی جاتی ہے۔

(تحفة الأحوذي، كتاب الجهاد عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، باب ما جاء في الاستفتاح بصعاليك المسلمين)

زندہ بزرگوں کے وسیلہ سے بھی دعا مانگی جاسکتی ہے

بزرگ اگر حیات ہے تو بھی اس سکے وسیلے سے دعائیں مانگی جاسکتی ہیں چناں چہ ایک مرتبہ مدینہ میں خشک سالی ہوئی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ (جو اس وقت حیات تھے) کے وسیلے سے دعا فرمائی۔

(نیل الاوطار: 4/8 طبع مصر)

صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں؛

عن أنس بن مالك أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبدالمطلب رضى الله عنه فقال: اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا ﷺ فتسقينا، وإنا نتوسل إليك بعمّ نبينا فاسقنا! قال: فيسقون".

(صحيح البخارى، كتاب العيدين، أبواب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا، (137/1) و كتاب المناقب، ذكر عباس بن عبدالمطلب، (526/1) ط: قديمى)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قحط کے زمانے میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے وسیلے سے دعا فرماتے تھے، چناں چہ یوں کہتے تھے: اے اللہ ہم آپ سے اپنے نبی ﷺ کے وسیلے سے دعا کر کے بارش طلب کرتے تھے، اب آپ ﷺ کے چچا کے وسیلے سے آپ سے بارش کی دعا کرتے ہیں، چناں چہ بارش ہوجاتی۔

دعا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کا ثبوت احادیث کریمہ سے

دعاؤں میں توسل کا ثبوت احادیث کریمہ سے ملتا ہے چنانچہ حدیث عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ میں ہے۔

عن عثمان بن حنيف، أن رجلاً ضرير البصر أتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال: ادع الله أن يعافيني قال: إن شئت دعوت، وإن شئت صبرت فهو خير لك، قال: فادعه، قال: فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوئه ويدعو بهذا الدعاء: اللهم إني

أسـألک وأتوجـه إلیک بـنبیک مـحـمد نبی الـرحـمة، إنـی تـوجهت بک إلی ربی فی حاجتی هـذه لتـقـضی لی، اللهم فشفعه فی قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح غریب وزاد الحاکم فی هذه الواقعة: "فدعا بهذا الدعاءِ فقام وقد أبصر".

أخـرج الإمـام أحـمـد وغیره بسند صحیح عـن عثـمـان بـن حـنیف أن رجلاً ضریر البصر أتی الـنبی صـلـی الـلّٰـه علیه وسلم، فقال: ادع اللّٰه أن یـعافینی فـقـال صـلـی الـلّٰه علیه وسلم:(إن شئت دعـوت لک، وإن شـئـت أخرتُ ذاک، فهو خیر لک .وفـی روایة: (وإن شـئـتَ صبـرتَ فهو خیر لک)، فـقـال: ادعهُ .فـأمـره أن یتـوضـأ، فیحسن وضـوئـه، فیـصـلـی رکـعتین، ویدعو بهذا الدعاء: الـلهم إنی أسألک، وأتوجه إلیک بنبیک محمد نبی الـرحـمة، یا محمد إنی توجهتُ بک إلی ربی فـی حـاجـتی هـذه، فتـقـضـی لی، اللهم فشفّعه فیّ وشفّعنی فیه) .قال: ففعل الرجل فبرأ.

ترجمہ: حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ھے کہ ایک نابینا شخص نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں آیا اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ سے میری عافیت کی دعا کریں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر تم چاہو تو تمہارے لئے دعا کر دوں اور اگر تم چاہو تو تم صبر کرو اور صبر کرنا تمہارے لیئے زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کی کی حضور! میرے لیئے دعا کر دیں۔ راوی کہتے ہیں: حضور نے فرمایا جاؤ وضو کرو اور بہت احسن وضو کرو اور اس دعا کے ساتھ دعا کرلو۔

اللهم إنی أسألک، وأتوجه إلیک بنبیک مـحـمـد نبی الرحمة، یا محمد إنی توجهتُ بک إلی ربی فی حاجتی هذه، فتقضی لی، اللهم فشفّعه فیّ وشفّعنی فیه.

یعنی اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد نبی الرحمۃ کے طفیل، میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وسیلے سے تیرے دربار میں متوجہ ہوں اپنی اس حاجت کے ساتھ تا کہ مولیٰ تو میری یہ حاجت پوری کردے، یا اللہ تو میرے حق میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سفارش قبول فرمالے۔ ترمذی کہتے ہیں اس حدیث کی سند حسن، صحیح، غریب ہے امام حاکم کی روایت میں ہے ان صحابی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح دعا کی اور جب وہ دعا کر کے کھڑا ہوئے تو ان کی بینائی واپس آ گئی۔ اسی طرح امام احمد ابن حنبل کی روایت ھے کہ جب وہ دعا سے فارغ ہوئے تو ان کی بصارت ٹھیک ہوگئی تھی۔

(جامع ترمذی، (5 / 569): رقم الحدیث: 3578،بَـابٌ، أَبْـوَابُ الـدَّعَـوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّـهِ صَـلَّـی الـلَّـهُ عَـلَیْـهِ وَسَـلَّمَ، الناشر: شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی – مصر)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وسیلیسے ہر حال میں دعا کرنا جائز ہے آپ کی آمد سے قبل، آمد کے بعد، حیات ظاہر میں، بعد وصال ہر حال میں جائز ہے۔

چنانچہ شفاء السقام للسبکی (ص:358) میں ہے:

إن التوسل بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم جائز فـی کـل حـال قبل خلقه و بعد خلقه فی مدة حیاته فی الدنیا و بعد موته فی مدة البرزخ.

(شفاء السقام للسبکی ص:358)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل ہر حال میں جائز ہے، چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق سے پہلے ہو یا تخلیق کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی میں ہو یا وصال کے بعد حیات برزخی میں ہو۔

حجۃ اللہ البالغۃ میں ہے:

و من أدب الدعاء تقديم الثناء إلى الله و التوسل بنبی الله صلّى الله عليه وسلّم ليستجاب.

ترجمہ: دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے اللہ کی حمد و ستائش کی جائے، اور اللہ کے نبی کے وسیلہ سے دعا کی جائے؛ تاکہ قبولیت کا شرف حاصل ہو۔

البتہ کسی ولی کی درگاہ میں جاکران کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دعائیں مانگنا اور قبولیت کی امید رکھنا اسلاف کا طریقہ ہے۔اسلئے کہ اولیاء اللہ کے مزارات جائے قبولیت اور رحمت وانوار الٰہی کے مسلسل نازل ہونے کی جگہیں ہیں وہاں ان کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سیدعائیں مانگنے میں قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ جو اکابرِ دین مقدس ہستیاں وفات پا گئی ہوں یا بقیدِ حیات ہوں دونوں کے وسیلہ سے دعا مانگنا علمائے جمہور اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک جائز ہے، قرآنِ کریم واحادیثِ مبارکہ اور کتبِ فقہ میں ثبوت وارد ہے تاہم دعا کی قبولیت کے لیے وسیلہ واجب یا ضروری نہیں ہے، توسل کا انکار کیئے بغیر بلا وسیلہ دعا مانگنا بھی جائز ہے اور توسل والی دعا کی قبولیت کا اللہ کے ذمے لازم سمجھنا درست نہیں ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَلَمَّا جَائَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَائَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِينَ . (البقرۃ:89)

تفسیر مظہری میں اس کے تحت ہے:

وَكَانُوا أی اليهود مِنْ قَبْلُ أی قبل مبعث النبی صلى الله عليه وسلم يَسْتَفْتِحُونَ يستنصرون عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أی على مشركی العرب و يقولون: اللهم انصرنا عليهم بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد صفته فی التوراة، وكانوا ينصرون.

(التفسير المظهری (1 / 94)،]البقرة: 89[،

الناشر: مكتبة الرشدية)

اللہ تعالیٰ کی عطا سے انبیائے کرام علیہم السلام واولیاءِ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ بندوں کی مدد فرماتے ہیں

یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے جیسا کہ سورۃ التحریم پارہ 28 کی آیت 4 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ .

(پ28، التحریم:4)

تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

جب کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے اور کوئی سراغ نہ لگے تو کیا کرے؟

حدیث شریف میں حضرت سیّدُنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سیّدُ العالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: ”جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے یوں پکارے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنھیں یہ نہیں دیکھتا۔ (معجم کبیر، 15/ 117، حدیث:290)

حضرت سیدنا سید الشہداء امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کرنا اوران کے وسیلے سے برکت حاصل کرنا

قَالَ السَّخَاوِيُّ (م 902ھ) فِي تَرْجُمَةِ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی الله عنه: وَجُعِلَ عَلٰى قَبْرِهٖ قُبَّةٌ فَهُوَ يُزَارُ وَيُتَبَرَّكُ بِهٖ.

شمس الدين السخاوى، التحفة اللطيفة فى تاريخ المدينة الشريفة، 1 / 307

امام شمس الدین سخاوی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی میں لکھتے ہیں: ”اُن کی قبر مبارک پر قبہ (گنبد) بنایا گیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی جاتی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا بارگاہِ رسالت میں استغاثہ پیش کرنا

استغاثہ کے اشعار

اِنْ نِلْتِ يَا رِيْحَ الصَّبَا يَوْمًا اِلٰى اَرْضِ الْحَرَم
بَلِّغْ سَلَامِيْ رَوْضَةً فِيْهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَرَم

ترجمہ: اے بادِ صبا، اگر تیرا گزر سرزمینِ حرم نبوی تک ہو تو میرا سلام اس روضہ میں پہنچانا جس میں ہمارے نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

مَنْ وَّجْهُهٗ شَمْسُ الضُّحٰى مَنْ خَدُّهٗ بَدْرُ الدُّجٰى
مَنْ ذَاتُهٗ نُوْرُ الْهُدٰى مَنْ كَفُّهٗ بَحْرُ الْهِمَم

ترجمہ: وہ جن کا چہرۂ انور مہرِ نیمروز ہے اور جن کے رخسار تاباں ماہِ کامل۔ جن کی ذات نورِ ہدایت، جن کی ہتھیلی گو سخاوت کا دریا ہے۔

قُرْاٰنُهٗ بُرْهَانُنَا نَسْخًا لِاَدْيَانٍ مَّضَتْ
اِذْ جَائَنَا اَحْكَامُهٗ كُلُّ الصُّحُفِ صَارَ الْعَدَم

ترجمہ: اُن کا (لایا ہوا) قرآن ہمارے لئے برہان و حجت ہے جس نے ماضی کے تمام دینوں کو منسوخ کر دیا جب اس کے احکام ہمارے پاس آئے تو (پچھلے) سارے صحیفے معدوم ہو گئے۔

اَكْبَادُنَا مَجْرُوْحَةٌ مِنْ سَيْفِ هِجْرِ الْمُصْطَفٰى
طُوْبٰى لِاَهْلِ بَلْدَةٍ فِيْهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَشَم

ترجمہ: ہمارے جگر زخمی ہیں فراقِ مصطفیٰ کی تلوار سے خوش نصیبی اس شہر کے لوگوں کی ہے جس میں نبیِ محتشم ہیں۔

يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ كَمَنْ يَّتْبَعُ نَبِيًّا عَالِمًا
يَوْمًا وَّلَيْلًا دَائِمًا وَارْزُقْ كَذَالِيْ بِالْكَرَم

ترجمہ: کاش میں اس طرح ہوتا جو نبی کی پیروی علم کے ساتھ کرتا ہے۔ دن اور رات ہمیشہ یہی صورت اپنے کرم سے عطا فرما۔

يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اَنْتَ شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْن
اَكْرِمْ لَنَا يَوْمَ الْحَزِيْن فَضْلًا وَّجُوْدًا وَّالْكَرَم

ترجمہ: اے رحمتِ عالم آپ گناہ گاروں کے شفیع ہیں۔ ہمیں قیامت کے دن فضل و سخاوت اور کرم سے عزت بخشئے

يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اَدْرِكْ لِزَيْنِ الْعَابِدِيْن
مَحْبُوْسِ اَيْدِ الظَّالِمِيْنَ فِي الْمَوْكَبِ وَالْمُزْدَحَم

ترجمہ: اے رحمتِ عالم زین العابدین کو سنبھالیئے۔ وہ ظالموں کے ہاتھوں میں قتل گاہ اور بھیڑ میں گرفتار ہے۔

(امام زین العابدین)

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا استغاثہ بارگاہِ رسالت میں

دورِ حیات کی طرح مخاطب ہوکر ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کرنا۔

يَـا أَكْـرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَـا كَنْزَ الْوَرَى
جُدْ لِي بِجُودِكَ وَأَرْضِنِي بِرِضَاكَ
أَنَـا طَـامِعٌ بِـالْجُوْدِ مِنْكَ لَمْ يَكُنْ
لِأَبِـي حَـنِيفَةَ فِي الْأَنَـامِ سِوَاكَ

ترجمہ: اے جن وانس سے بہتر اور نعمت الٰہی عزوجل کے خزانے! اللہ عزوجل نے جو آپ کو عنایت فرمایا ہے اُس میں سے مجھے بھی عطا فرمائیے اور اللہ عزوجل نے آپ کو جو راضی کیا ہے آپ مجھے بھی راضی فرمائیے۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں، آپ کے سوا ابو حنیفہ کا مخلوق میں کوئی نہیں۔

(قصیدہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ عنہ)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے امت کو یہ عقیدہ بخشا کہ بارگاہِ رسالت میں ڈائیریکٹ، بلاواسطہ اپنی فریادیں پیش کی جاسکتی ہیں اور آپ کے توسل سے دعائیں بھی مانگے جاسکتی ہیں۔

درِ رسول سے بندوں کو کیا نہیں ملتا

یہاں یہ واقعہ بھی قابل ملاحظہ ہے، چنانچہ امام طَبَرانی، علامہ ابن اُلمُقرِی اور امام ابوالشیخ ۔ یہ تینوں حدیث کے بہت بڑے امام گزرے ہیں اور یہ تینوں ایک ہی زمانہ میں مدینۂ منورہ کی ایک درسگاہ میں حدیث کا علم حاصل کرتے تھے، ایک باران تینوں طلباءِ علمِ حدیث پر ایک وقت ایسا گزرا کہ ان کے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا، روزے پر روزے رکھتے رہے، مگر جب بھوک سے نڈھال ہوگئے اور ہمت جواب دے گئی تو تینوں نے رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوکر فریاد کی یارسولَ اللّٰہ! ہم لوگ بھوک سے بیتاب ہیں۔ یہ عرض کرکے امام طَبَرانی تو آستانۂ مبارکہ ہی پر بیٹھے رہے اور کہا: اس در پر موت آئے گی یا روزی، اب یہاں سے نہیں اُٹھوں گا۔ امام ابوالشیخ اور ابنُ اُلمُقرِی اپنی قیام گاہ پر لوٹ آئے، تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، دونوں نے دروازہ کھول کر دیکھا تو علوِی خاندان کے ایک بزرگ دوغلاموں کے ساتھ کھانا لے کر تشریف فرما ہیں اور یہ فرمارہے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ابھی ابھی مجھے خواب میں اپنی زیارت سے مشرّف فرما کر حکم فرمایا کہ میں آپ لوگوں کے پاس کھانا پہنچادوں چنانچہ جو کچھ مجھ سے فی الوقت ہوسکا حاضر ہے۔

(تذکرۃُ الحفّاظ، رقم: 913، 3 / 121، ملخصاً)

اللہ کے نیک بندوں سے بھی اپنی فریادیں کی جاسکتی ہیں یہ ایمان کے منافی نہیں ہے۔

امام شافعی کا امامِ اعظم کے مزار پر حاضری کا معمول اور فیوض وبرکات کا حصول

خطیب بغدادی (463ھ) اور بہت سے ائمہ کی تحقیق کے مطابق امام شافعی جب بغداد میں ہوتے تو حصولِ برکت کی غرض سے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کرتے۔ خطیب بغدادی نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی، امام ابوحنیفہ (متوفی 150ھ) کے مزار کی برکات کے بارے میں خود اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنِّـي لَأَتَبَـرَّكُ بِأَبِي حَنِيْفَةَ، وَأَجِيءُ إِلَى قَبْرِه فِـي كُلِّ يَوْمٍ .يَـعْـنِـي زَائِـرًا. فَإِذَا عُرِضَتْ لِي حَاجَةٌ

صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ، وَجِئْتُ إِلٰى قَبْرِه، وَسَأَلْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى الْحَاجَةَ عِنْدَه، فَمَا تَبْعُدُ عَنِّي حَتّٰى تُقْضٰى.

ذكره خطيب بغدادى فى تاريخ بغداد، 1 / 123، وابن حجر الهيتمى فى الخيرات الحسان فى مناقب الإمام الأعظم / 94، وابن عابدين الشامى فى رد المحتار على الدر المختار، 1 / 41، وزاهد الكوثرى فى مقالات الكوثرى / 381.

ترجمہ: میں امام ابوحنیفہ کی ذات سے برکت حاصل کرتا ہوں اور روزانہ ان کی قبر پر زیارت کے لیے آتا ہوں. جب مجھے کوئی ضرورت اور مشکل پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر پر آتا ہوں اور اس کے پاس (کھڑے ہوکر) حاجت برآری کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں . پس میں وہاں سے نہیں ہٹتا یہاں تک کہ (قبر کی برکت کے سبب) میری حاجت پوری ہوچکی ہوتی ہے۔

امام ابنِ حبان کا امام علی رضا کے مزار پر حاضری کا معمول اور حصول برکات کا اصول

مشہور محدّث امام ابنِ حبان (م 354ھ) حضرت امام علی بن موسی رضا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَدْ زُرْتُه مِرَارًا كَثِيْرَةً، وَمَا حَلَّتْ بِي شِدَّةٌ فِي وَقْتِ مُقَامِي بِطُوْسٍ، وَزُرْتُ قَبْرَ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلٰى جَدِّه وَعَلَيْهِ، وَدَعَوْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى إِزَالَتَهَا عَنِّي إِلَّا اسْتُجِيْبَ لِي، وَزَالَتْ عَنِّي تِلْكَ الشِّدَّةُ وَهٰذَا شَيْءٌ جَرَّبْتُه مِرَارًا فَوَجَدْتُه كَذٰلِكَ، اَمَاتَنَا اللهُ عَلٰى مَحَبَّةِ الْمُصْطَفٰى وَاَهْلِ بَيْتِه صلى الله عليه وآله وسلم وَعَلَيْهِمْ اجْمَعِيْنَ.

ذكره ابن حبان فى كتاب الثقات، 8 / 457، الرقم: 14411.

ترجمہ: میں نے اُن کے مزار کی کئی مرتبہ زیارت کی ہے، میرے شہر طوس میں قیام کے دوران جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی اور حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر، اللہ تعالیٰ سے وہ مشکل دور کرنے کی دعا کی تو وہ دعا ضرور قبول ہوئی، اور مشکل دور ہوگئی۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے میں نے بارہا آزمایا تو اسی طرح پایا اللہ تعالیٰ ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت صلی اللہ وسلم علیہ وعلیہم اجمعین کی محبت پر موت نصیب فرمائے۔

سند المحدّثین امام بخاری رحمۃ الباری کے مزار پر عوام الناس کی حاضری، اور قبر مبارک سے فیوض و برکات حاصل کرنا

امام ذہبی (748ھ) نے امیر المؤمنین فی الحدیث سند المحدّثین امام محمد بن اسماعیل بخاری (256ھ) کی قبر مبارک سے تبرک کا ایک واقعہ درج کیا ہے۔

لکھتے ہیں:

ابو الفتح نصر بن حسن السکتی سمرقندی نے بیان کیا کہ ایک بار سمرقند میں کچھ سالوں سے بارش نہ ہوئی تو لوگوں کو تشویش لاحق ہوئی پس انہوں نے کئی بار نمازِ استسقاء ادا کی لیکن بارش نہ ہوئی۔ اسی اثناء میں اُن کے پاس ایک صالح شخص جو ''صلاح'' کے نام سے معروف تھا، سمرقند کے قاضی کے پاس گیا اور اس سے کہا: میں آپ سے اپنی ایک رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ضی نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا:

أَرَى أَنْ تَخْرُجَ وَيَخْرُجَ النَّاسُ مَعَكَ إِلٰى قَبْرِ الْإِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيِّ، وَقَبْرُه

بِـخَـرْتَـنْـکَ، وَنَسْتَسْقِي عِنْدَه فَعَسٰى أَنْ يَسْقِيَنَا. قَالَ: فَقَالَ الْقَاضِي: نَعَمْ، مَا رَأَيْتُ . فَخَرَجَ الْقَاضِي وَالنَّاسُ مَعَه، وَاسْتَسْقَى الْقَاضِي بِالنَّاسِ، وَبَكَى النَّاسُ عِنْدَ الْقَبْرِ وَتَشَفَّعُوا بِصَاحِبِه.فَأَرْسَلَ اللّٰهُ تَعَالَى السَّمَاءَ بِمَاءٍ عَظِيْمٍ غَزِيْرٍ، أَقَامَ النَّاسُ مِنْ أَجْلِه بِخَرْتَنْكَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ أَوْ نَحْوِهَا لَا يَسْتَطِيْعُ أَحَدٌ اَلْوُصُوْلُ إِلٰى سَمَرْقَنْدَ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ وَغَزَارَتِه، وَبَيْنَ خَرْتَنْكَ وَسَمَرْقَنْدَ نَحْوُ ثَلَاثَةِ أَمْيَالٍ.

(ذكره الذهبی فی سير أعلام النبلاء، 12 / 469.)

ترجمہ: میری رائے ہے کہ آپ کو اور آپ کے ساتھ تمام لوگوں کو امام محمد بن اسماعیل بخاری کی قبر مبارک پر حاضری دینی چاہیے، ان کی قبر خرتنک میں واقع ہے، ہمیں قبر کے پاس جا کر بارش طلب کرنی چاہیے عین ممکن ہے کہ ؟ تعالیٰ ہمیں بارش سے سیراب کر دے . قاضی نے کہا: آپ کی رائے بہت اچھی ہے . پس قاضی اور اس کے ساتھ تمام لوگ وہاں جانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے سو قاضی نے لوگوں کو ساتھ مل کر بارش طلب کی اور لوگ قبر کے پاس رونے لگے اور اللہ کے حضور صاحبِ قبر کی سفارش کرنے لگے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی وقت (اپنے صالح بندہ کی برکت کے سبب) کثیر وافر پانی کے ساتھ بادلوں کو بھیج دیا، تمام لوگ تقریباً سات دن تک خرتنک میں رکے رہے، اُن میں سے کسی ایک میں بھی کثیر بارش کی وجہ سے سمرقند پہنچنے کی ہمت نہ تھی حالانکہ خرتنک اور سمرقند کے درمیان تین میل کا فاصلہ تھا۔

خدایا بحق بنی فاطمہ

شعراءِ اسلامی کے استغاثے اور نعت و مناقب نقل کیئے جائیں تو ایک دفتر درہوگا، یہاں ہم اخیر اپنی بات شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر ختم کرتے ہیں یہ شعر اختتامیہ کے طور پر ملاحظہ ہو

خدایا بحق بنی فاطمہ
کہ برقول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من ودست ودامانِ آلِ رسول

اے خدا فاطمۃ الزہراء کے بیٹوں کے صدقے ایمان کے کلمے پر میرا خاتمہ فرما میری یہ دعا رد کرنا اور قبول کرنا تیرے ذمہ کرم پہ ہے لیکن میری آخری تمنا ہے کہ میرے ہاتھ میں آل رسول کا دامن بنا رہے۔

فقط واللہ اعلم

☆☆☆

منقبت حضور بابائے قوم وملت

خواجہ سید مصباح المراد مصباح ولی

قائم مرا بھرم ہے بابائے قوم وملت
سب آپ کا کرم ہے بابائے قوم وملت

ہر دل میں موجزن ہیں اب بھی تمہاری یادیں
ہر ایک آنکھ نم ہے بابائے قوم وملت

للہ میرے دل کی کشتی بچالو آقا
سیلاب رنج وغم ہے بابائے قوم وملت

بھرتے رہیں گے ہر دم ہم لوگ دم تمہارا
جب تک کے دم میں دم ہے بابائے قوم وملت

بس آپ کی دعا ہے جو ہر طرف جہاں میں
مصباح محترم ہے بابائے قوم وملت

☆☆☆

بابائے قوم وملت

کردار و عمل کے آئینہ میں

از قلم: سید ازبر علی شکوہی مداری

جمال سیرت قطب المدار لگتا ہے
ولی تو نور کا اک آبشار لگتا ہے

عارف باللہ، ولی کامل، حکیم الامت، بابائے قوم وملت حضرت علامہ حکیم سید محمد ولی شکوہ میاں جعفری مداری نفعنا ببرکاتہ زمرۂ مومنین، گروہ عاشقین، جماعت صالحین، طائفۂ اہل یقین، بزرگان دین، اولیائے کاملین، میں اس عدیم المثال اور دربا جمال کا نام ہے جو عکس نقوش پائے مدار العالمین سے تابندہ تر ہو کر جواہرات تصوف میں اپنی قیمت آپ رکھتا تھا گا ور آج بھی زمانہ انہیں بھیگی پلکوں کیساتھ خراج عقیدت پیش کرتا ہے اس لیے کہ اپ اس درجہ کمال پر فائض تھے کہ خداوند تعالی نے اپ کو بصیرت کے ساتھ بصارت, فہم کے ساتھ فراست، جسم کے ساتھ طہارت، تزکیہ نفس، خشیت الہی، تقوی و پرہیز گاری، عبادت و ریاضت تلاوت، اخوت ومحبت، صداقت و عدالت، سخاوت شجاعت، رحم دلی، اخلاق، کردار، معیار، علم وعمل، دور اندیشی، روشن ضمیری، کا سنگم بنایا ایسا انمول گوہر اور نادر روزگار بنایا نوادرات تصوف وسلوک میں تصوف کا بے مثال ہیرا سلوک کا تابندہ صدف، مصفی اور مزکی قلب کے ساتھ میدان فکر و عمل کا جری جوان بنایا و راثت میں مال و دولت ثروت و تونگری ہونے کے باوجود غربت و افلاس کو اپنایا۔

فاقہ کشی کی سرمستی میں زندگی گزاری والد بزرگوار طرۂ تاج صالحین، قدوۃ الکاملین، عمدۃ العارفین حضرت مولانا حکیم سید محمد علی شکوہ میاں جعفری مداری رضی اللہ وارضاہ عنا نے اپنے پیچھے میراث میں اتنا سرمایۂ چھوڑا تھا کہ اگر بابائے قوم و ملت اور آپ کے چھوٹے بھاء قائد بے بدل عزت مآب سید دارا شکوہ مداری علیہ الرحمہ چاہتے تو نرم و نازک بستروں پر فرح وطرب کی بساط پر عیش وعشرت کی کروٹوں کے ساتھ لطف زندگی سے ہم آہنگ ہوتے مگر معاملہ برعکس تھا مولا علی کی فاقہ مستی کا وارث، سیدہ فاطمہ کی محنت کشی کا عکس جمیل حضرت ابوزر غفاری کے توکل کا امین، حضرت عثمان غنی جیسی سخاوت کا وارث بنا دیا کہ آج بھی اہل دل اہل نظر اہل محبت کے حلقوں سے یہ صدائیں بازگشت کر رہی ہیں کہ۔

اب خون فاطمی کی وراثت اداس ہے
ایسا سخی گیا کہ سخاوت اداس ہے

لازم تو یہ تھا کہ اجداد کے ترکہ سے بچوں کی پرورش کی جاتی مگر سیدہ فاطمہ کی وراثت نے بچوں کو بہلا کر پرورش کر دیا مفلس و نادار لوگوں کے گھروں کا جائزہ لیکر اپنی خدمات پہونچاتے اور گھر میں بچوں کو بھوکا سلاتے اپ پیشے سے حکیم

تھے اس کے علاوہ مریدین اور معتقدین سے ملنے والے نذرانے پر گزر بسر کر پانا بہت مشکل تھا مگر اس کے بعد بھی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی سائل, بھوکا ,پریشان ,نادرو مفلس نظر آتا تو آپ اس کی امداد فرماتے اور اپنے بچوں کو بھوکا ہی سونے دیتے ہیں اگر کسی کی پریشانی مفلسی سن لیتے تو اپ بھی پریشان ہو جاتے اور جب تک اس کو کچھ دے نہ دیتے اپ بے قرار رہتے تھے۔ فاقہ مستی میں بھی تفکر اور تجسس میں منہمک رہتے ژولیدہ مسائل سلجھانے میں درجہ کمال پر فائز تھے۔

حضور بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ کی زندگی تبلیغ واشاعت حکمت بتعلق خدمت خلق کے ساتھ ساتھ ژولیدہ وپیچیدہ مسائل کی تلاش وجستجو میں رہ کر اپنے والد محترم ودیگر مشائخ اکرام ادام اللہ ظلھم وفیوضھم سے اکتساب فیض فرماتے ایک مرتبہ کسی سائل نے آپ سے سوال کیا کہ حضور سیادت کی پہچان کیا ہے آپ نے سائل کو تو تشفی بخش جواب دے دیا وہ مطمئن ہو کر چلا بھی گیا مگر آپ ازخود اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور تجسس میں لگ گئے مزید غور وخوض کرنے لگے۔ آنے والے کی نظر برآمدہ پر پڑ جاتی ہے آج وہ سر جھکائے متفکرانہ انداز میں بیٹھا ہے۔ سوچ وفکر میں ایسا ڈوبا جسے دنیا میں کوء ہے ہی نہیں ۔تدبر علمی، بلند خیالی، سوچ وفکر، تحقیق وتلاش پر جو اپنی مثال آپ تھا؛ لیکن آج کی انہا کی عجیب رنگ لئے تھی؛ آنے والے سے بھی بے خبر آنے والے نے بڑی نرم اور شیرینی آمیز آواز سے پوچھا:

ولی شکوہ کیا سوچ رہے ہو

اچانک

جیسے آنکھ کھل گئی ہو

آیئے ماموں جان

آنے والا قدرت کے حسین کرشموں میں سے ایک کرشمہ تھا جسکی انداز وادابانی شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز و ادا سے جدا نہ تھی، زندگی کا ہر نفس ذکر الٰہی سے تعبیر تھا سخت سے سخت مراحل پر مسکرا کے گزر جانا آپ کی نمایاں خصوصیت تھی آنے والے رہبر شریعت، ،امین نسبت مداریت، قطب زماں، قطب العصر حکیم امت، پاسبان چادر تطہیر، حضرت علامہ حکیم سید ظہیر الحق صاحب قبلہ جعفری مداری علیہ الرحمہ جو حضور بابائے قوم وملت کے پیر تھے (اور مموان سسر بھی تھے) پیکر خشیت الٰہی کو دیکھ کر بابائے قوم وملت کھڑے ہو جاتے ہیں

آیئے ماموں جان

ولی شکوہ

کیا سوچ رہے ہو

کیا مسئلہ الجھ گیا ہے

عرض کیا حضور

میں سوچ رہا ہوں کہ سیادت کی پہچان کیا ہے؟

آپ نے فرمایا پرسوں مغرب کی نماز پڑھ کر ہمارے گھر آ جانا ہم بتا دینگے اب پرسوں تو بہت دور تھی ایک اک لمحہ بے قراری لئے ہوئے تھا خیر حضور حکیم الملت حکیم سید ظہیر الحق صاحب قبلہ جعفری مداری علیہ الرحمہ کچھ دیر بیٹھے اور شریعت و طریقت کے رازہائے سربستہ کو منکشف کر کے آپ گھر تشریف لے آئے ادھر حضور قبلہ بابائے قوم وملت تکیہ کے نیچے سے کوئی کتاب نکال کر مطالعہ میں مشغول ہو گئے کھانے کا وقت ہوا تو تھوڑا کھانا فقر حیدری سے تیار، کر کیلا یا گیا ایک نوالہ توڑا ہی تھا کہ باہر سائل نے آواز دیبی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا بیٹا اٹھتا ہے کھانا فقیر کو دے کر دھولے ہاتھ لئے بیٹھ گیا اب کچن میں کچھ نہیں تھا جو دیا جاتا دوسرا دن آیا صبح اٹھ کر بزرگوں کی محفل میں انیس محفل بن کر تزکیۂ نفس ریاضت ومجاہدہ کر کے گھر واپس آئے بھوک شدت سے لگ رہی تھی پوچھا گھر میں کچھ کھانے کو ہے اپ کی بیٹی نے کہا جی

لاؤ دوسرے دن بھی تھوڑا کھانا میسر آیا نوالہ توڑا ہی تھا کہ پھر سائل نے دست سوال دراز کیا آپ نے دوسرے دن بھی کھانا سائل کو دے دیا اور خود بھوکے رہے تیسرا دن آیا حسب معمول کھانا لگا سائل آیا سائل کو دے دیا اب جو فکر تھی وہ سیادت کی پہچان کی تھی اب تین دن ہو چکے تھے حسب وعدہ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر حضور بابائے قوم وملت اپنے پیر کے آستانہ پر حاضر ہوتے ہیں زانوئے ادب طئے کر کے بیٹھ گئے اور پوچھا حضور سیادت کی پہچان کیا ہے؟ آپ کے پیران پیر روشن ضمیر حضرت سید ظہیر فرماتے ہیں ولی شکوہ! تین دن سے جو تم عمل کر رہے ہو کیا یہ سیادت کی پہچان نہیں ہے؟ پوچھا حضور کون سا عمل فرمایا خود نہ کھانا سائل کو دے دینا بابائے قوم وملت مطمئن ہو جاتے ہیں لیکن اس فکر نے بے چین کر دیا کہ آپ کو کیسے معلوم فرمایا علی کا جانشین ہوں روشن ضمیری پہچان ظہیری اللہ اکبر جس پیر کا یہ مقام ہو اسکی عظمتوں کو کون سمجھ سکتا ہے آپ اس روشن ضمیر کی مراد تھے بابائے قوم وملت کو جس پیر نے گھر چل کر بیعت کی دعوت دی ہو اس نے کیا کچھ نہیں دے دیا ہوگا بزرگوں سے سنا ہے کہ جس وقت حکیم الملت حضرت علامہ حکیم سید ظہیر الحق صاحب کا انتقال ہوا اس وقت حضور بابائے قوم وملت اپنے حلقئہ ارارت سرونج مدھیہ پردیش میں تھے۔

(استاد محترم استاذ الشعراء حسان الہند حضرت علامہ مولانا خواجہ سید مصباح المراد صاحب قبلہ سے سنا ہے کہ جس وقت آپ کے وصال کا وقت قریب تھا آپ کے ہاتھ میں تسبیح تھی جسے آپ پڑھ رہے تھے اس وقت آپ کی بیٹی سیدہ زینت فاطمہ آپ کیسرہانے عیادت، تیمارداری میں تھیں آپ کے پیروں سے دم نکلا تو آپ نے فرمایا کہ پیروں سے دم نکل گیا جیسے جیسے یہ سلسلہ اوپر کی طرف بڑھتا جاتا آپ بتاتے جاتے کہ اب دم یہاں سے نکل گیا اب یہاں سے نکل گیا اب یہاں سے نکل۔ گیا جب سینے سے نکلا تو تسبیح رکھ دی اور فرمایا کہ **اشھدوان لاالــہ الا الــلــہ اشھدوان محمداعبدوہ ورسولہ)**

حالت علالت حضور بابائے قوم وملت کو یاد کیا کہ ولی شکوہ نہیں آئے بتایا گیا کہ سفر میں ہیں فرمایا نیاز کو بلاؤ حضرت علامہ نیاز احمد نیاز صاحب علیہ الرحمہ کو بلایا گیا آپ تشریف لائے چونکہ آپ علامہ نیاز کے بھی پیر تھے تو بار امانت اٹھانے کے متحمل تھے فرمایا نیاز میرے سینے سے سینہ لگاؤ آپ حکم پاکر سینہ سے سینہ لگائے رہے علم سینہ منتقل ہو گیا تو فرمایا کہ یہ امانت ہے جب ولی شکوہ آجائیں تو انہیں واپس کر دینا آپ کے وصال کے تیسرے روز حضور بابائے قوم وملت مکن پور شریف تشریف لے آئے حضرت علامہ نیاز مکن پوری نے آکر بابائے قوم وملت کو سینہ سے لگایا اور جو علوم واسرار ملے تھے سب منتقل ہو گئے یقیناً ہیرے کی قدر جوہری جانتا ہے۔ پیر طریقت حضرت زاہد حسین صاحب ظہیر مداری نے مجھ سے فرمایا تھا کہ بیٹا ہم 40 نوجوان حکیم صاحب قبلہ کے ایک ساتھ مرید ہوئے تھے ان چالیس میں سے نگاہ نوازش ولی شکوہ بھیا پر ٹھہری ان کا انتخاب کر لیا اللہ اکبر اپ اپنے بزرگوں کا اپنے اسلاف کا نقش حیات تھے "بلا تفریق چھوٹے بڑے سب اپ کی عزت کرتے تھے بابا کی عزت اپنے اعزا اقرباء نوجوانوں اور بچوں کے اندر اتنی تھی کہ اگر کہیں گلیوں میں بچے کھیل کود کرتے تھے اور حضور تشریف لیآتے تو بچے دیکھ کر بھاگ جاتے تھے کہ بابا آ رہے ہیں اگر لوگ گلیوں میں چبوتروں پر دوکانوں پر ہوٹلوں میں ادھر ادھر بیٹھ کر باتیں کر رہے ہوتے حضور بابا ادھر سے تشریف لاتے تو وہ لوگ ادبا کھڑے ہو جاتے تھے کہ بابا آرہے ہیں کیا چھوٹا کیا بڑا ہر ایک اپ سے محبت کرتا تھا اور اپ بھی ہر ایک سے محبت کرتے تھے بڑوں کے سامنے سراپا نیاز چھوٹوں کے سامنے سراپا شفقت

یہی وہ ادا تھی جس نے ہر آنکھ کو بہنے پر، ہر دل کو بیٹھنے پر، ہر گھر کو غم کدہ بنانے پر مجبور کر دیا وہ پیکر خلق تھا بزرگوں کے سامنے سراپا عجز کے باوجود خاندانی ننہالی عزیز و اقرباء کے بڑے بزرگ لوگ بھی اپ کو بھیا کہتے تھے چھوٹوں پر مجسمۂ شفقت تھے تبھی یہ عالم تھا کہ ہر چھوٹا اپ کو بابا کہتا تھا اللہ کے ذکر سے تڑپ جاتے تھے ہجر رسول کے باوجود وصل رسول لمحات سے جگمگا جاتے اور کہہ اٹھتے۔

یہ ساۂ خضری میں احساس کا عالم ہے
لپٹے ہوں ولی جیسے جلووں کی رداوں میں

مؤذن کی صدائیں جسکے ہنگامۂ حیات پر غالب آجائیں تہجد کی نماز نرم وگرم لحاف کو پھنکوادے اہتمام رمضان اس درجہ حسین پندرہ بیس روزہ دار اس کے دستر خوان پر پورے ماہ افطار کریں پھر طرۂ امتیاز دیکھیں خود افطار کا اہتمام اپنے ہاتھوں سے کرتے جھوٹ بولنا درکنار جھوٹ سننا بھی پسند نہ کرتے تھے مہمان نوازی اس درجہ کے سب کچھ لٹا دیتے مہمان کی تکلیف و اذیت جس پر گراں بار نہ ہو دشمنوں کی ایذارسانی کا خوش طبعی سے خیر مقدم کر کے پکار اٹھے۔

برتاؤ زمانے میں کوئی کرے جیسے
ہے کام ولی اپنا ہر اک کو دعا دینا

دوستوں کی بیوفاء پر با اجازت کہہ دے
میرے آنسوؤں پہ ہنسو تمہیں کون روکے گا
دوستو مجھے چھوڑ و غیروں کا ساتھ دو تمہیں کون روکے گا دوستو

اس ولی شکوہ کا ثانی اس ولی شکوہ کا مماثل اس ولی شکوہ کی نظیر اہل نظر و بصارت نے نہ دیکھی ہوگیا ورنہ دیکھیں گیا آج بھی جس کے چال وچلن سے آواز آتی ہے۔

ڈھونڈو گے گر قریو قریو ملنے کو نہیں وہ نایاب ہیں ہم
تعبیر ہو جسکی حسرت وغم اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

ان کے وصال پر ایسی صف ماتم بچھی کہ

شہر میں جو ہے سوگوار ہے آج
چشم اعدا بھی اشکبار ہے آج
نازش خلق کا محل نہ رہا
رحلت فخر روزگار ہے آج

آپ اپنے روشن ضمیر تھے کئی ماہ پہلے اپنی موت سے لوگوں کو اگاہ کر دیا تھا فرماتے تھے کہ اب میرا وقت قریب ہے رب سے ملنے کا وقت قریب ارہا ہے۔اس کا طویل واقعہ یہ ہے کہ خاموشی اور سناٹوں کا تسلط تھا رات سخت تاریک اور اس قدر سنسان کے گھڑی کی سوء کی آواز باسانی سنائی دے رہی تھی دسمبر کا دوسرا عشرہ تھا لوگ نرم وگرم لحاف میں نیند کی حقیقی لذتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔حسب عادت اسکی آنکھ کھل جاتی ہے تکیہ کے نیچے سے گھڑی نکال کر وقت دیکھا تو گھڑی کی سوئیاں حقیقی معبود سے ملنے کے وقت پر پہونچ رہی تھیں۔کھراری چارپائی کی رگڑ سے پیٹ کھجلاتے ہوئے اس طرح اٹھا کہ پیروں کی آہٹ سے گھر والے نہ اٹھ جائیں کرتہ صدری پہنے کے بعد دروازے کی طرف بڑھا آہستہ سے کنڈی کھولی چوڑی سڑک پر پسرا سناٹا اور اس قدر تاریک شب کے قریب کا بھی دکھاء نہیں دے رہا تھا اچانک کسی چیز سے ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ ہزار جتن کے باوجود بھی سنبھل نہ سکا سینگ کا کالا بینت ہاتھ سے چھوٹ کر کچھ دوری پر گر جاتا ہے اور بستر چھوڑ کر جانے والا گر پڑتا ہے جسم کے کء اعضاء چوٹ سے متاثر ہو گئے تھے لیکن کہنی کی غیر معمولی چوٹ سے خون کا دھارا بہہ رہا تھا اور لال آستین لیکر اللہ کی بارگاہ میں سجدوں کی تڑپ لیکر حاضر ہو جاتا ہے وضو کیلئے آستین سمیٹی تو دیکھا کہ آستین خون سے لال ہے چوٹ کی شدت برداشت کر لینے والے نے خون سے رنگین آستین دیکھی تو ضبط وشکیب کا بند ٹوٹ جاتا ہے آنکھوں کے سمندر سے موجوں کا طوفان تیزی پکڑ لیتا ہے آنسو پھوٹ پڑتے ہیں دبی آواز میں عرض

کرتا ہے اے معبود چالیس سال سے جس راز کا تو راز داں تھا تو نے آج اس راز کو فاش کیوں کر دیا بجز تیرے میری اس خاموش عبادت کو کوئی نہیں جانتا تھا آخر آج تو نے بھید کھول ہی دیا دبی آواز میں شکوہ کرنے والے کا نالہ بھی خدا نے مخفی نہ رکھا اچانک ایک شخص آجاتا ہے مسجد کے وضوخانہ پر نظر پڑتی ہے اپنے شیخ محترم کو روتے دیکھا تو قریب آجاتا ہے آنے والا نالۂ وفریاد سن چکا تھا قریب آ کر خون آلود کرتہ دیکھا اپنے پیر کا کرتہ اتارا آستین دھوئی خیریت پوچھی آپ اللہ کی مرضی کہہ کر بڑھے ہی تھے مرید نے پوچھا حضور کہاں تشریف لے جا رہے ہیں فرمایا کرتہ بدلنے مرید نے کہا آپ ٹھریں میں لاتا ہوں مرید کرتہ کیا لینے گیا گویا منادی کی صدا پر جاں نثار دوڑ پڑے ہوں مسجد کے دروازے پر بھیڑ لگ گئی نماز فجر کے بعد سے شام تک اعزا و اقربا کا میلہ لگا رہا بعد نماز مغرب انکی ہمشیرہ محترمہ دیکھنے گئیں اس وقت بستی کے معززین حضرات آپ کے پاس بیٹھے تھے ہمشیرہ محترمہ نے پوچھا بھیا کیسے چوٹ لگ گئی بھیا نے بہن سے کہا باہر چلو وہ پیکر خشیت الٰہی اپنے کچے اور بوسیدہ دالان سے اٹھا اور فرمایا یہ چوٹ نہیں ہے بلکہ میرے لئے اعلان ہے کہ میں اپنے رب سے عنقریب ملنے والا ہوں اس راز کو بتا کر اپنے برآمدے میں آگئے بہن بھائی کے پاس چلی گئیں ٹھیک ایک سال کے بعد یوصل الحبیب الی الحبیب نے پوری بستی میں ماتم برپا کر دیا دنیا پکار اٹھی۔

شہر میں جو ہے سوگوار ہے آج
چشم اعدا بھی اشک بار ہے آج
نازش خلق کا محل نہ رہا
رحلت فخر روزگار ہے آج

وہ پیکر خشیت وتقویٰ جسکی خاموش چالیس سالہ تہجد کا راز فاش ہوا وہ حضور بابائے قوم وملت حکیم الامت حضرت علامہ مولانا حکیم سید محمد ولی شکوہ میاں جعفری مداری علیہ الرحمہ تھے۔ جس مرید کے ذریعہ راز فاش ہوا وہ حضرت ہاشم علی صاحب مداری علیہ الرحمہ نقیب آستانۂ عالیہ مداریہ تھے جس بہن پر راز موت منکشف کر دیا۔ وہ راقم السطور کی والدہ محترمہ مخدومہ عفت مآب سیدہ ساحر النساء جعفری مداری دام ظلہا علینا ہیں اس واقعہ کے گواہ حضرت علامہ مولانا سید مقتدا حسین صاحب مداری محقق عصر سید منور علی صاحب مداری، حسان الہند، علامہ مولانا سید مصباح المراد صاحب صوفی با صفا سید اختر حسنین صاحب، حکیم سید ظفر الاسلام صاحب راز، میری والدہ محترمہ سیدہ ساحر النساء خود فقیر مداری سید از بر علی آپ کے شہزادگان گھر خاندان کے سبھی حضرات بستی والے اللہ سب کو سلامت رکھے سینکڑوں لوگ موجود ہیں ۔ یہ تقویٰ تھا یہ عبادت تھی حضور بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ کی۔

اللہ اور اس کے رسول کی رضا میں اس قدر ڈھلے ہوئے تھے کہ اپ کا ہر عمل اللہ رب العالمین کو محبوب تھا اور یہ اسی کا صلہ تھا کہ چھوٹی چھوٹی مخلوق بھی اپ کی مطیع اور فرمانبردار محسوس ہوتی تھی ایک مرتبہ کی بات ہے سورج کی گرم گرم کرنوں سے زمین کے رخسار سرخ ہو چکے تھے فضا پر لو لپٹ اس درجہ اثر انداز تھی کہ دیواروں کے سائے میں پرندے زبانیں کھولے پیاس سے بیجان تھے ہرے بھرے چمنستان بھی اجڑے ہوئے صحرا سے کم نہیں تھے۔

مئی کا آخری ہفتہ سن 1995 کی دوپہر تھی حسب عادت آج وہ قیلولہ کرنے چلا نورانی بدن سے صدری اور کرتہ اتارا ہی تھا کہ حی علی الصلوۃ کی صدائے جانفزا نے کانوں میں رس گھول دیا مشتاق سجدۂ بارگاہ الٰہی کو اب کہاں جرائت جو ایک لمحہ بھی ٹھہر سکے سجدوں کی تڑپ نے بے چین کر دیا لمبے لمبے قدموں سے آگے بڑھے گویا اب نہ دھوپ ہے نہ دوپہر ہے گھر سے چند قدم کے فاصلہ پر مسجد ہے مسجد میں انکی رونقوں کی چمک آج بھی موجود ہے لگتا ہے کہ جیسے ابھی ابھی گئے ہوں

ان کی محفلوں کی شمع فروزاں کا اجالا آج بھی بکھرا ہے
جسکی روشنی سے مجھ جیسوں کو اکتساب ہورہا ہے آنے والے
قدسی النفس پر میری نظر پڑی سلام مسنون کے بعد آداب
شرعیہ بجالا یا مسجد کے صحن میں ایک کنواں تھا (جواب نہیں
ہے) کنوئیں میں ڈول ڈال کر میں نے جلدی جلدی پانی
بھرا اور خدمت اقدس میں پیش کیا دعاؤں کیلئے تِلی تِلی
پنکھڑیاں ایک دوسرے سے جدا ہوئیں اور موتی بکھرنے لگے
جو میرے لئے برکتوں کا سبب بنے مسجد میں قدرے ٹھنڈا تھا
ٹھنڈک کی وجہ سے مکھیاں بہت تھیں جن کی اچھل کود نزاکتوں
سے اٹکھیلیاں کررہی تھی بلکہ ان کا وجود نماز کے، خضوع وخشوع
کا قاتل تھا جب اس پیکر رعنائی نے اندر قدم رکھا اور مکھیوں کی
بھنبھناہٹ سے مسجد کی خاموشی اور اس کے سناٹوں کا تسلسل
بکھرتے دیکھا تو آپ یوں لب کشا ہوئے:
''جاؤ بھائی کہیں اور جا کے تسبیح پڑھو ہم لوگوں کو نماز
پڑھنا ہے،،
واللہ یہ جملے نکلے ہی تھے کہ مکھیاں اڑگئیں بخدا! جب
سے آج تک اتنی کثرت سے مکھیاں اس مسجد میں نہیں دیکھیں یہ
کرامت میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے ماموں صاحب سیدی
مرشدی حکیم الامت بابائے قوم وملت علامہ مولانا حکیم سید محمد
ولی شکوہ صاحب قبلہ جعفری مداری رضی اللہ عنہ کی دیکھی آج
بھی میری نگاہوں میں یہ منظر بسا ہے میرے علاوہ اور بھی لوگ
موجود ہیں جنہوں نے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا اور میں اپنے
محسن اور کرم فرما آقاء مولاء مرشدی سیدی بابائے قوم وملت
علامہ حکیم سید محمد ولی شکوہ جعفری مداری علیہ الرحمہ کی ہر اس ادا کو
آنکھوں میں محفوظ کئے ہوں جسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

جسکی ہر اک سانس پر ہو تیرا احساں
وہ بھلا کیسے تجھے بھول جائے

☆☆☆

BAHUT BAHUT MUBARAKBAD.........
BABAE QAUM-O-MILLAT NO.
CHINIYATECH
COMPUTER EDUCATION INSTITUTE

RUN BY : VINTEC उत्तर प्रदेश सरकार द्वारा मान्यता प्राप्त
अरौल–मकनपुर शरीफ़ रोड
मदार गेट (इलियासपुर) मकनपुर शरीफ़
Mob. No. :
9532690215, 9532690216, 7652017427

حضور سید محمد ولی شکوہ ایک عظیم روحانی پیشوا

ازقلم: مولانا عبدالقیوم آرم شکوہی، سیتاپوری

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلاق کائنات اللہ رب العزت نے کاروان آدم کو ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا، دنیوی ہوں یا اخروی، سماجی ہوں یا معاشی، غرضیکہ بے شمار نعمتوں سے نواز کر ایک بیش بہا نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ انسان کو فکر و شعور کی دولت اور دل و دماغ کو آفاقی قوت عطا فرمائی، جن نعمتوں کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے اوران کا جائزہ لیا جائے تو اذہان وقلوب اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اورانسان ہی تخلیق پروردگار کا عظیم شاہکار ہے بلکہ پوری کائنات ہی انسان کی مطیع وفرمانبردار ہے اور کائنات عالم کی ہر چیز انسان ہی کی اطاعت شعاری اور خوشۂ زندگی کی فراہمی میں مصروف ہے۔

محض اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ احکامات جوان پر لازم اور ضروری قرار دئے ہیں ان کی کما حقہ پابندی اور پیروی قرآن وسنت، امر بالمعروف پر کلی طور سے گامزن ہونا اور نہی عن المنکر سے گریز کرنا، خوف الٰہی اختیار کرنا اور حب رسول اپنانا، خلوص نیت جستجوئے معرفت وحقیقت جب یہ تمام خوبیاں کسی انسان میں کامل طور پر پائی جاتی ہیں تو وہ اللہ کا برگزیدہ اور نیک بندہ کہلاتا ہے، ولیؒ خدا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسی مقدس وباعظمت آسمانِ ولایت وکرامت کے ایک تابندہ ستارے حضور بابائے قوم وملت حکیم الامت غواصِ بحر معرفت وطریقت رونقِ محفلِ ولایت تاج الاصفیا ولی ابن ولی حضرت العلام حکیم سید محمد ولی شکوہ جعفری مداری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ کے کچھ نکات کو بتوفیق الٰہی احاطۂ تحریر میں لاکر پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، جو میرے لئے ذریعۂ سعادت ونجات بنے۔

گرقبول افتدا زہے عز وشرف

مکن پور شریف

سرزمین مکن پور شریف صدیوں سے ولایت کا مخزن رہی ہے۔ تصوف وسلوک کا ایک عظیم گہوارہ ہونے کی حیثیت سے .... ہے اس لئے کہ یہ سرزمین حامل مقام صمدیت، قطب وحدت، شہنشاہِ ولایت سرکار سیدنا سیدؔ بدیع الدین قطب المدار رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کا دیار وجوارؔ ہے یہاں کا ذرہ بھی روشن آفتاب وماہتاب کے مانند ہے جواپنی روشنی سے جہالت وگمراہی کے عمیق دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کو نورِ ہدایت عطا کرکے راہِ ہدایت کے راہی ورہنما بناتے ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی میں الحاد وبے دینی کی تاریکیوں میں شمعِ ایمان واسلام اور نورِ ایقان سے اہل دنیا کو منور کرنے والی ذات، ستودہ صفات، عبقری شخصیت شمعِ بزم ولایت تاج الاذکیا والاصفیا ولی کامل حکیم الامت حضور بابائے قوم وملت حضرت العلام الشاہ سید محمد ولی شکوہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔

اسم گرامی: سید محمد ولی شکوہ۔
القاب: بابائے قوم وملت، حکیم صاحب، بابا حضور۔

آپ حسنی وحسینی سید ہیں

خاندانی وراثت کے اعتبار سے شریف النفس، منکسر المزاج، عاجزی پسند، روزہ دار، عبادت گذار متقی و پرہیز گار تھے۔ چونکہ آپ ایک ایسے باپ کے بیٹے تھے جو اپنے وقت کا نامور حکیم، جید عالم، عمدہ فاضل، باکمال شاعر ولی ابن ولی وارثِ علم علی لختِ قلب زندہ ولی حضرت علامہ سید علی شکوہ میاں جعفری ارغونی مداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی اسم گرامی سے جانے پہچانے جاتے تھے۔

ضمنی طور سے یہ بھی عرض کردوں کہ سرکار سید محمد علی شکوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس باپ کی نیک وسعید اولاد ہیں جن کے علم وفضل کا شہرہ دور دور تک تھا جن کی جرأت وبہادری کے چرچے تھے تقرب الی اللہ کی عظیم مسند کے مسند نشین تھے اور خدا داد علم وفضل، معرفت وحقیقت کے سورج سے غیر منقسم ہندوستان کی متعدد ریاستوں کو روشن وتابندہ بناتے رہے (سید جرأت علی میاں) اسم بامسمّٰی بن کر جراتِ حیدری کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ متعدد تصنیفات کے مصنف بھی ہیں۔

''مرشد الارواح''، ''حقیقت الواصلین'' آپ کی عمدہ تصنیفات میں سے ہیں۔

بچپن: حضور بابائے قوم وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچپن بھی اس شعر کا مصداق تھا۔

بالائے سرش زہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

آپ کا مزاج عام لڑکوں سے بالکل الگ تھا بچپن سے ہی طرزِ عمل منفرد تھا شب وروز کا اکثر حصہ باندازِ خموشی تجسس حق میں بسر فرماتے اور فراست وآگہی کا عظیم سرمایہ اکٹھا فرماتے، لہو ولعب سے بالکل دور نظر آتے۔ عام طور سے بچپن کا مزاج زمانے کے طرز عمل سے لگ بھگ ملتا جلتا ہوتا ہے مگر حضور بابائے قوم وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچپن کا لب ولباب یہ ہے کہ زبان بند، سادگی پسند، کپڑوں پر پیوند، خیال بلند، عاجزی پسند، تجزیۂ نفس، تقویٰ وطہارت، عبادت وریاضت غرضیکہ تمام اوصاف کمالیہ کا جامع تھا چہرہ مبارک بچپن سے ہی بارعب تھا جاذب نظر تھا اگر کوئی ایک بار دیکھتا تو دوسری بار نظر ڈالنے کی ہمت نہ کرتا۔

تعلیم وتربیت

خاندانِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے آئینہ دار حضرت العلام سید محمد علی شکوہ میاں رضی اللہ عنہ نے سعادت مند بیٹے کی تعلیم وتربیت کا عمدہ انتظام فرمایا، بابائے قوم وملت اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماے ہیں کہ پانچ سال کی عمر سے میری تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا، قرآن پاک اور ابتدائی کتب سے آغاز ہوا، اساتذہ کی شفقتوں اور بے پناہ محبتوں سے ۹ رسال کی عمر میں گلستاں، بوستاں اور اس قبیل کی عربی وفارسی کی کتابیں مکمل کرنے کے بعد جامعہ عربیہ دار العلوم میں باضابطہ حصول علم کی تگ ودو میں مصروف رہا، میرے اساتذہ کی بیکراں محبتوں اور شفقتوں کے ساتھ ساتھ والد گرامی عمدۃ الصالحین، قدوۃ الکاملین حکیم الامت والدین عارف باللہ حضرت علامہ حکیم سید محمد علی شکوہ صاحب مداری رضی اللہ عنہ کی خصوصی توجہات اور تربیت نے علمی ذوق کو بیدار کیا۔

تعلیمی دور میں ہی فن طب سے مجھے خاص دلچسپی اور لگاؤ تھا گھر میں فن طب سے متعلق آبائی لائبریری میں جو بھی کتب دستیاب ہوئیں انہیں اور پڑھا اور شاید یہ میرا آبائی ذہن ہے میرے شجرۂ خاندانی میں فن طب اور شعر گوئی کا ذوق

رکھنے والے بزرگوں میں ایسے ایسے برگزیدہ شعراء وحکماء کے اسماء گرامی ملتے ہیں جنہوں نے طب وحکمت اور شعر وادب میں کمالات حاصل کیے وہ بھی اسی قسم کا ذوق رکھتے تھے، قبلہ والد محترم کے علاوہ فن طب کی تعلیم وتربیت باضابطہ زبدۃ الحکماء، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا حکیم سید ظہیر الحق صاحب جعفری مداری رضی اللہ عنہ نے فرمائی اور بھی دیگر اطباء ہوئے ہیں جن سے میں نے استفادہ کیا۔ کانپور میں حضرت علامہ حکیم قبلہ علی احمد صاحب مدظلہ العالی سے بھی استفادہ کیا۔ دہلی، علی گڑھ، حیدرآباد، دیوبند کے علاوہ الہ آباد بورڈ کے پرائیویٹ امتحانات میں شامل ہوا۔ (مکتوب ولی)

آپ کو حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، نحو وصرف، منطق، ریاضی، فلسفہ، عروض وبلاغت طب وغیرہ علوم میں کافی مہارت حاصل تھی۔ ۱۶ رسال کی عمر میں تمام علوم پر دسترس حاصل کرلی اور آپ کے علم وکمال کا شہرہ دور دور تک ہونے لگا۔

بیعت وخلافت: حضور بابائے قوم وملت کی عمر شریف ۶ رسال کی ہوئی تو اس وقت آپ کے والد گرامی عارف باللہ حضرت العلام سید محمد علی شکوہ میاں رضی اللہ عنہ نے اپنے حلقۂ ارادت گنہ مدھیہ پردیش کے موضع برکھیڑہ میں لے گئے والد گرامی کی نظر کیمیا اثر اس سعید بخت بیٹے کی روح تقدیر پر پڑی اور اچانک ایک مخصوص جگہ پر بابائے قوم وملت کو لے گئے اور شرف بیعت سے مشرف کر کے فیوض باطنی سے مالا مال فرمایا۔ یہ آپ کی پہلی بیعت تھی۔ جس سے اسرار شریعت کے دروازے خود بخود کھل گئے۔

بیعت ثانی: حضور بابائے قوم وملت دوسرے سال پھر اپنے الدگرامی قبلہ کے ساتھ پھر اسی برکھیڑہ موضع میں تشریف لے گئے والد گرامی نے اسی مقام اور اسی جگہ اسی گاؤں میں اسی دن اور وقت میں حضور بابائے قوم وملت کو شرف بیعت سے سرشار کر دیا یہ آپ کی دوسری بیعت تھی جس سے طریقت کے حجاب خود بخود کھلتے چلے گئے۔

بیعت ثالث: آپ کی بیعت ثالث کا بھی ایک عجیب وغریب واقعہ ہے مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ ہم تقریباً بیس بائیس نوجوان حضرت علامہ حکیم الامت حضرت صوفی ملت حکیم سید ظہیر الحق صاحب مداری رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں طریقت وسلوک کے مراحل طے کر رہے تھے انہیں ایام میں ولی شکوہ فن طب میں استفادہ کرنے کیلئے روز آتے تھے ہم لوگ سلوک کے مراحل طے کرتے اور تصوف کے نکات پر گفتگو کرتے اور طریقت وحقیقت کے رموز واسرار سے آگاہی حاصل کرتے اور سید محمد ولی شکوہ صرف طب کی کتابیں پڑھتے اور اسی میں دلچسپی رکھتے تھے۔ تصوف اور صوفیا کے حلقے سے دور رہ کر طب وحکمت میں مشغول رہتے ایک دن اچانک بابائے قوم وملت کی زندگی میں ترمیم ہوگئی۔

ہوا یوں کہ شمیم گلزار حکمت، واقف رموز حقیقت شیخ العصر حکیم الامت حضرت علامہ سید ظہیر الحق صاحب مداری رضی اللہ عنہ نے بابائے قوم وملت کو غور سے دیکھا اور دیکھتے ہی رہ گئے بیس بائیس نوجوانوں کے جھرمٹ سے جوہری نے ہیرے کو پہچان لیا اور فرمایا اے ولی شکوہ میں تمہارے اندر وہ جوہر دیکھ رہا ہوں جو امین راز وحدت ہے وہ گوہر دیکھ رہا ہوں جو حامل اسرار معرفت ہے اور وہ دل دیکھ رہا ہوں جو اہل دل اہل نظر اہل محبت کا مرجع ہے۔

لہٰذا اے ولی شکوہ آج میں تمہاری امانت میں تم کو واپس کرنا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کی شکل میں معرفت کے خزانوں کی کنجیاں رکھ دوں، ہونٹ بڑھاؤ میں جام حقیقت کے چند قطروں سے سرشار کردوں، حضور بابائے قوم وملت نے عرض

کیا حضور میرے والد گرامی مجھ کو دوبار بیعت کر چکے ہیں حضرت علامہ حکیم سید ظہر الحق صاحب نے فرمایا اے ولی شکوہ دوبار بیعت باد بیعت کر کے شریعت وطریقت کے راز کھولے گئے اور میں تیسری بیعت کر کے تمہاری روحانیت میں وہ جوہر دیکھنا چاہتا ہوں جو مجھے اپنے مشائخ سے بطور امانت ملا ہے جس کا امین میری نگاہیں تمہیں دیکھ رہی ہیں۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت علامہ حکیم سید ظہر الحق صاحب نے بابائے قوم وملت کو شرف بیعت سے مشرف کیا اور فرمایا کہ میرے پاس ایک امانت خاص الخواص کی ہے اگر میں تمہیں اس کا بھی اہل دیکھوں گا تو ضرور دیدوں گا۔

تیسری بار بیعت بابائے قوم وملت حضرت علامہ سید ظہیر الحق صاحب قبلہ مداری رضی اللہ عنہ سے ہو گئے۔ تیسری بیعت سے بابائے قوم وملت کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب آ گیا آپ نے طب وحکمت کے بجائے شریعت کے سمندر میں طریقت کا غوطہ لگا کر معرفت کا صدف تلاش کیا تا کہ حقیقت کا گوہر ملے اور جلدی جلدی سلوک کے بحر ناپید کنار کو عبور کر لیا اور آج زمانہ انہیں شیخ محترم کے لقب سے جانا پہچانتا اور مانتا بھی ہے۔

غرور وتعلّی سے دور: دنیا میں جذبۂ اعلائی، غرور وتعلّی نخوت وخودستائی کے بہت سے اسباب ہیں کوئی اپنے نسب پر فخر کرتا ہے کوئی مال ودولت کی رعونت دکھاتا ہے کوئی اپنی جائیداد کی ڈینگیں مارتا ہے کوئی اولاد پر سینہ چوڑا کرتا ہے دنیا کی چمک دمک اور نیرنگی حسن وجوانی سب کے سب غرور وتمکنت کے اسباب ہیں۔

مگر اللہ تعالیٰ نے حضور بابائے قوم وملت رضی اللہ عنہ کو اولاد، جاہ وحشمت، عزت وشہرت، دولت وثروت، زہد وعبادت غرضیکہ ہر خوبی سے نوازا تھا مگر ذرہ برابر مذکورہ بالا جملہ عادات قبیحہ کا شائبہ تک آپ کی پوری زندگی میں نظر نہیں آ سکتا۔

فضل وکمال اس درجہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ روسائے زمانہ بھی اور وقت کے جلیل القدر علماء ومفتیان کرام بھی زانوئے ادب ٹیکتے ہوئے نظر آئے اور اکتساب فیض فرماتے ہوئے کانپور میں برسوں دینی وملی خدمات انجام فرمائیں اکثر محفلوں میں علماء ومفتیان کرام شامل ہوتے۔

راقم السطور عبدالقیوم ارم شکوہی مداری سیتا پوری دور طالب علمی سے ہی آپ کی محفلوں میں اکثر شریک ہوتا، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے چمنی گنج کانپور شہر کے نواب شمس الدین کے یہاں دعوت ہوئی۔ ضمنی طور پر بتادوں کہ نواب شمس الدین صاحب نام کے نواب یا لقب کے نواب نہیں تھے بلکہ حقیقتاً نواب تھے سونے پر سہاگہ یہ کہ اللہ نے آپ کو دینی محبت اور علماء سے لگاؤ پیران کرام کی عزت کرنا جیسی دولتوں سے بھی نوازا تھا۔

حضور بابائے قوم وملت رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا عبدالقیوم آج نواب صاحب کے یہاں دعوت میں آپ کو بھی چلنا ہے تعمیل حکم پر حضور بابائے قوم وملت کے ہمراہ نواب صاحب کے دولت کدہ پر ہم دونوں پہونچے۔ ہم قیام گاہ میں پہونچے تو راقم السطور نے چند مقتدر مفتیان کرام کو دیکھا جو پہلے سے ہی تشریف فرما تھے خندہ پیشانی سے استقبال کرتے ہوئے دست بوسی بھی سب نے کی۔

چائے ناشتہ ہوا، ابھی کچھ ہی دیر گذری تھی کہ حضور بابائے قوم وملت رضی اللہ عنہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد احمد شاہدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مخاطب ہوئے فرمایا مفتی صاحب آپ لوگ خاموش بیٹھے ہیں کچھ بتائیے۔

حضور قبلہ مفتی صاحب نے دھیمی آواز سے عرض کیا حضور ہم کو آپ بتائیں؟ بابا حضور نے فرمایا ارے بھائی آپ لوگ عمدہ مفتیان کرام میں سے ہو بتاؤ فقہ کا موجد اول کون ہے؟ حضرت قبلہ مفتی صاحب نے ایک لمبی گفتگو فرمائی لیکن حضور بابائے قوم وملت نے رد فرما دیا۔

پھر عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی ابواللیث صاحب قبلہ اعظمی کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا مفتی صاحب آپ بتائیے ،مفتی صاحب نے بھی اپنے علمی جوہر دکھائے اور واقعات وادلہ کے ساتھ گفتگو فرمائی مگر بابا حضور نے رد فرمادیا۔ پھر حضور بابائے قوم وملت قاضی شہر کانپور حضرت علامہ سید قمر شاہجہاں پوری کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا مفتی صاحب آپ بیان کیجئے۔ (چونکہ مفتی قمر شاہجہانپوری صاحب بہت تیز زبان تیز دماغ تھے اور وہ الحمدللہ ابھی وہ حیات ہیں) آپ نے عرض کیا حضور ہم لوگوں نے مدرسے میں پڑھا ہے اور آپ نے پیا ہے، پڑھنا اور ہے پینا اور ہے۔ آپ ہی فرمائیے: راقم السطور عینی شاہد سے حضور بابائے قوم وملت نے ایک لمبی گفتگو فرمائی اور خلاصۂ گفتگو میں فرمایا:

صحابہ کرام میں فقہ کا موجد اول ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور دلیلوں سے ثابت بھی فرمادیا۔ یہ سن کر یہ اہل وزبان مفتیان کرام صرف خوش نہیں ہوئے بلکہ آپ کے قدموں کو بوسہ دینے کے لئے جھکے ہی تھے کہ بابا حضور نے فرمایا ہم تو آپ لوگوں کو سینے سے لگاتے ہیں آپ سب میرے دل کے ٹکڑے ہیں آؤ سینے سے لگ جاؤ۔

ہے مدتوں سے پیاسا مرا من ولی شکوہ
برسے تمہارے فیض کا ساون ولی شکوہ

یہ دل ، جگر، یہ جان یہ جیون ولی شکوہ
سب کچھ تمہارے قدموں پہ ارپن ولی شکوہ

آنکھیں ہماری تشنۂ دیدار کب سے ہیں
ہوں خواب میں یہی آپ کے درشن ولی شکوہ

جس میں دکھائی دیتی تھی تنویرِ معرفت
چہرہ تمہارا ایسا تھا روشن ولی شکوہ

دید کیلئے ہمیں بھی اتارا بہار کا
پھولے پھلے یہ آپ کا گلشن ولی شکوہ

ہے جس کے دل میں آپ کی جانب سے سوءِ ظن
وہ بدنصیب رب کا ہے دشمن ولی شکوہ

اپنی نظر سے آپ نے جس کو گرادیا
پھر وہ اٹھا نہ پائیگا گردن ولی شکوہ

برق وشرر کا خوف وخطر کچھ نہیں مجھے
میں ہوں ولی کا میرا نشیمن ولی شکوہ

ہے بولنا زبانِ ارم سے ترا کرم
نہ علم اس کے پاس نہ ہے فن ولی شکوہ

تسکین قلب شاہِ پیمبر ولی شکوہ
زہرہ ومرتضی کے ہیں دلبر ولی شکوہ

کیجئے کرم عطاؤں کے خوگر ولی شکوہ
حاضر ہیں ہم بھی آپ کے در پر ولی شکوہ

ہر ایک لمحہ عشقِ رسالت کی دولتیں
تقسیم کررہے ہیں برابر ولی شکوہ

یہ سچ ہے اس زمانے کے پیروں میں اے شہباز
کوئی نہیں ہے آپ کا ہمسر ولی شکوہ

نظروں میں پھر گیا مری چہرہ مدار کا
دیکھا جو تیرا روئے منور ولی شکوہ

کیجئے کرم برائے خدا بہرِ مصطفیٰ
بگڑے ہوئے ہیں وقت کے تیور ولی شکوہ

جو گر گیا ہے آپ کی نظروں سے بالیقیں
پھر وہ اٹھا نہ پایا کبھی سر ولی شکوہ

پائیں گے آپ ہی سے فیوض مدار پاک
قطب الوریٰ کے آپ ہیں مظہر ولی شکوہ

دشمن جو آپ کا ہے وہ دشمن خدا کا ہے
ہوگا ذلیل ورسوا وہ دردر ولی شکوہ

دورِ غم والم میں پکا راجہاں ارمؔ
بن کر مسیحا آئے وہاں پر ولی شکوہ

☆☆☆

بابائے قوم وملت کی

شاعری کے محاسن

از قلم: سید مقتدا حسین

آلام روزگار پہ بھی مسکرا کے ہم
دنیا تجھے دکھائیں گے جو ہرا نا کے ہم

یہ شعر ایک ایسے تخلیق کار کی فن شاعری کا نمونہ ہے جس نے اپنے اعزاء واقارب کی عزت افزائیوں، سماج کے ہر فرد کی بے لوث محبتوں، برادرانہ رواداری کی تمام تر کارگزاریوں اور اپنے ماحول ومعاشرے سے ملیں اعلیٰ ترین سربلندیوں کی منازل پر پہنچنے کے بعد بھی عجز انکسار خاکساری اور منکسر المزاجی کے ساتھ زندہ رہنے کا جذبہ پیش کیا اور اس عمل نے بابائے قوم وملت کی شخصیت کو عوام وخواص کے دلوں کی دھڑکن بنادیا۔ ہر ایک سے بے لوث محبت کرنے کے جذبے نے ان کو سماجی محبوبیت اور مقبولیت کی معراج کمال پر پہنچادیا۔

آج جب کہ ان کو وصال فرمائے ہوئے 28 برس سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے مگر آج بھی ان کی ناصحانہ انداز گفتگو، مشکل سے مشکل ترین حالات میں حوصلہ مندی کے ساتھ جینے کا پیغام اور عاجزانہ مزاجی کے ساتھ زندگی گزارنے کے تربیتی جملوں کا ایک ایک لفظ میرے کانوں میں سرگوشیاں کرتا رہتا ہے۔

اپنے محسن وکرم فرما حضور بابائے قوم وملت کی شاعرانہ فن کاریوں کے تعلق سے جب میں نے کچھ تحریر کرنا چاہا تو سب سے پہلے ان کی نعت پاک کے وہ اشعار میرے ذہنی تکفرات کو جھنجھوڑنے لگے جن کو سن کر میں ان کی حلاوت اور انداز فکر کو عرصہ دراز تک بھول نہ پایا تھا۔ اور عالم یہ ہے کہ آج بھی جب ان اشعار کو سن لیتا ہوں تو ایک عجیب سا ہیجان ذہن ودل پر قائم ہو جاتا ہے۔

نومبر 1986ء کا وقت ہے۔ ایک نعتیہ مشاعرہ مکن پور شریف میں منعقد ہو رہا ہے۔ یوں تو مکن پور شریف اہل علم کی بستی ہے اور یہاں شعرائے کرام کی تعداد بھی ہمیشہ سے خوب رہی ہے۔ ہنوز یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے مگر میں جس مشاعرے کا ذکر کر رہا ہوں اس میں پڑھی گئی بابائے قوم وملت کی نعت پاک کے اشعار نے میرے دل کی کیفیت بدل دی تھی۔ خواجہ سید مصباح المراد نے بابا حضور کی نعت کے اشعار کو نہایت ہی خوش الحان لہجے میں پڑھا تھا۔ مشاعرے کی نظامت میں کر رہا تھا اور بابا حضور صدارت فرما رہے تھے۔ مطلع اس طرح تھا۔

دیکھا ہے صبا تو نے آلودہ خطاؤں میں
چرچہ نہ مرا کرنا طیبہ کی فضاؤں میں

دو اشعار کچھ اس انداز سے کہے گئے تھے۔

بے چین نہ ہو جائیں طیبہ میں مرے آقا
تاثیر نہ دے یا رب بیکس کی نواؤں میں
مہجور مدینہ کو اب تاب نہیں لیکن
زنجیر غریبی ہے مجبور کے پاؤں میں

مشاعرہ گاہ میں عجیب سا منظر تھا۔مہجوری طیبہ کی تڑپ اور اپنی مجبوریوں کا حال ہر ایک کے چہرے سے صاف عیاں تھا۔عشق رسالت میں ڈوبے ہوئے اشعار دل کی گہرائیوں سے کہے گئے تھے۔ ذہن وقلب کے ان پاکیزہ جذبات کو ہر شخص اس انداز سے سُن رہا تھا جیسے یہ اشعار ہر ایک دل کی آواز ہوں اور ہر ایک کی التجا اور مناجات کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا جا رہا ہو۔اشعار کے خالق اور نعت پڑھنے والے دونوں کو نہایت خوش دلی کے ساتھ داد وتحسین سے نوازا جا رہا تھا۔ مشاعرہ گاہ کا اتنا خوشگوار ماحول میں نے بہت کم دیکھا ہے۔ایسا لگ رہا تھا جیسے وقت کی رفتار تھم سی گئی ہو۔ اذہان وقلوب پر عشق نبی کی جلوہ فروشیاں آنسوؤں کی شکل میں آنکھوں سے جاری تھیں۔

کہتے ہیں کہ ایک سچا شاعر حالات کے نشیب وفراز، سماج کے مزاج ومراسم، اور اپنے گردونواح میں پیش آنے والے حادثات وواقعات کی منظر کشی کرتے ہوئے اپنی شاعری کے ذریعہ ان کے مثبت اور مضر اثرات کی نشان دہی کرتا ہے، تو دوسری طرف خود اپنی زندگی کے ساتھ گزرنے والے غم وخوشی کے لمحات کو اپنے شاعرانہ نظریات اور اپنے افکار وخیالات کو اشعار کے سانچے میں ڈھال کر دنیا والوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔

اسی ضمن میں بابا حضور کے کچھ اشعار اس طرح کے دیکھنے کو ملے جن کو انہوں نے ''جگ بیتی کو آپ بیتی'' بنا کر پیش کیا ہے۔اپنوں کی بے اعتنائی، احباب کی بے مروتی اور بے وفائی، جیسے سماجی احساسات کو انہوں نے اپنی شاعری میں بڑے ہی خوبصورت زاویہ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ایک غزل میں کچھ اسی طرح کی شاعری نظر سے گزری جس میں بڑی برجستگی کے ساتھ تسلسل اور روانی کے نازک فن شاعری کا بڑا عمدہ نمونہ ظاہر کیا گیا ہے۔وہ فرماتے ہیں ؎

میرے آنسوؤں پہ ہنسو ہنسو تمہیں کون روکے گا دوستو
بنو غیر غیروں کا ساتھ دو تمہیں کون روکے گا دوستو
میرے دل میں تم نے جلایا ہے جو چراغ اس کو بجھانے کو
تمہیں آندھی بن کر اگر اٹھو تمہیں کون روکے گا دوستو

آج جب میں بابا حضور کی غزلوں کی ڈائری کو پڑھ رہا تھا تو مجھے ان کی غزلیات کے خزانے میں کچھ اشعار ایسے بھی نظر آئے جن میں انسانی سماج کی تلخ نوائی کا تذکرہ، وقت، حالات اور ماحول کے ساتھ بدلے ہوئے افکار ونظریات کا ذکر اور لوگوں کی بے راہ روی پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ ظاہری بات ہے حیات انسانی اور بشری تقاضوں کے احساسات کو ہر صاحب دل اور صاحب ضمیر نہایت ہی باریک بینی کے ساتھ محسوس کر لیتا ہے۔مگر سب سے بڑا انسان وہ ہوتا ہے جو لوگوں کے طنز وطعن اور باتوں کے زخم کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھنے کا جذبہ رکھتا ہے۔ ہر کامیابی اور کامرانی کی منزل اس کی قدم بوسی کیلئے آنکھیں بچھا دیتی ہے۔

بابا حضور کے مزاج میں یہ حسن اور خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ وہ صرف خودی اور خودداری کے ساتھ جینے کا حوصلہ ہی نہیں رکھتے بلکہ لوگوں کو بھی اسی جذبے کے ساتھ زندہ رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ چھوٹی چھوٹی، باتوں میں الجھ کر اپنی زندگی کے مقاصد کو نہ بھول بیٹھو برائیوں کو پیچھے چھوڑو اور ہم آہنگی کے ساتھ آگے بڑھو اور اپنے مقصد حیات کو حاصل کرنے میں کوشاں رہو۔آپ نے اپنے اشعار میں بھی اس کی تعلیم دیتے ہوئے اپنے مزاج کی صلابت اور خوش اخلاقی کا خوبصورت درس دیا ہے، وہ فرماتے

ہیں ۔

اس وقت بھی جب حد سے بڑھی تلخی حالات
شکوہ مجھے کرنا تھا مگر شکر کیا ہے
غیروں سے گلہ مجھ کو نہ اپنوں سے شکایت
خوں اپنی تمناؤں کا خود میں نے کیا ہے

گردش حالات کے تقاضوں اور انقلابات زمانہ کی بے مہری کو نظر غور سے دیکھا تو آپ نے فرمایا۔

یہ کس قصور میں دنیا ہے سرگراں ہم سے
کوئی بتائے تو آخر مطالبہ کیا ہے
تمہاری صبح مسرت نہ غم کی شام بنے
میں آفتاب لب بام ہوں مرا کیا ہے

اور یہ بھی فرمایا تھا۔

پھولوں سے پیار ہے تو گلستاں میں اے ولیؔ
کانٹوں سے رہ سکیں گے نہ دامن بچا کے ہم

غزل ہی ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں ہر قسم کے جذبات واحساسات نظم کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ اسی لئے جب حضور بابائے قوم وملت کی غزل گوئی کا بغور مطالعہ کیا تو اکثر اشعار ایسے ملے جن میں بابا حضور نے ضبط وخودداری کا ایسا پیغام دیا ہے جو ان کے مزاج کا حصہ رہا ہے۔ درج ذیل اشعار سے ہم کو انہیں احساسات کا سرمایہ حاصل ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

سوز غم دل دیکر احساس جگادینا
دینا تو محبت کی بھرپور سزا دینا
تم پلکوں پہ اے اشکوں سرمایۂ غیرت ہو
دامن پہ کہیں گرکر دھبہ نہ لگادینا

اگر حقیقت شناسی سے کام لیتے ہوئے بابا حضور کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو ہم کو ان کے یہاں سب سے بڑا سرمایہ ملے گا وہ تصوف اور خدا پرستی کا ہے۔ اس طرح کی شاعری سے ان کا مجموعہ کلام بھرا پڑا ہے۔ توحید پرستی، اخلاق وتصوف اور وحدانیت کے زیور سے ان کی شاعری آراستہ نظر آئے گی۔ اسی لئے بابا حضور نے خالق کائنات کی حمد پاک پر کئی معرکتہ الآرا نظمیں لکھی ہیں۔ جو ایک طرف اردو زبان وادب کی خوبصورت تشبیہات واستعارات سے مزین ہیں تو دوسری طرف معنوی اعتبار سے مناجات وگذارشات اور التجائی جذبہ فکر میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ ان نظموں کا ایک ایک شعر ایسے دعائیہ کلمات کو دامن میں سمیٹے ہے جن کو پڑھ کر اللہ رب العزت کی حمد وثنا کا جلوہ بھی نظر آتا ہے اور اپنی حرماں نصیبی اپنی زندگی کی خامیوں اپنے رنج وغم سے نجات حاصل کرنے کیلئے دعائیں مانگنے کا حقیقی درس بھی ملتا ہے۔ ایک حمد پاک میں آپ کچھ اس طرح لکھتے ہیں کہ۔

ناتواں دل کا سہارا ہو ترا فضل وکرم
مرحلوں میں زندگی کے ہم رہیں ثابت قدم
ہو ہماری زیست کا تیری رضا پر انحصار
تو ہی ہے خالق ہمارا تو ہی ہے پروردگار

جو شخص کسی بھی علم وفن میں مہارت رکھتا ہے وہ فن اس کی شخصیت اور اس کی پہچان کا حصہ بن جاتا ہے۔ مگر میں عرض کروں تو کسی طرح غلط نہ ہوگا کہ اردو شاعری میں اتنے باکمال علوم وفنون اور شاعری کے رموز ونکات سے واقف ہونے پر بھی شاعری بابا حضور کی شخصی پہچان کا حصہ نہیں بن سکی۔ کیونکہ ان کی شخصیت کی عظمتوں کا حال یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ان کو ولایت کے اعلیٰ درجات وکمالات کی ایسی منزل پر فائز فرمادیا تھا۔ جہاں انسان کی عقل وفراست اور شعور آگہی دم توڑ دیتے ہیں۔ جہاں صرف خالق کائنات کی رضا اور مخلوق کی بہترین تربیت کا حصہ دار بنادیا جاتا ہے۔ اور جو اتنے بڑے مقام ومرتبہ کی ملکیت اور سرمایہ داری کا مالک ہو اس کے لئے دنیاوی رسم وراہ کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہوتی ہے اور اسی لئے

اپنی شاعری کے ذریعہ بھی دنیا والوں کو یہی پیغام دیتے رہے۔

ہم نے بابا حضور کی زندگی کے شب و روز کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ بہت بڑی سرمایہ داری کاشت کی صورت میں اور حلقہ ارادت کے روپ آپ کو اپنے اجداد سے ورثے میں ملی تھی۔ مگر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ان کی زندگی اور سادہ دلی کا حال یہ تھا کہ ایک چھوٹے سے کمرے میں اپنی خوشگوار حیات کے پاکیزہ لمحات کو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ گزارنے میں بڑا فخر محسوس کرتے اور موسم زیست کے ہر لمحے کو بہاروں کا موسم بنا کر زندہ رہنے کا حوصلہ دیتے رہے۔

میں نے بابا کی ایک خوبصورت غزل کے چند اشعار کو برسوں سے ذہن نشیں کر رکھا ہے اور اپنی یادداشت کی بنیاد پر دو شعر تحریر کر رہا ہوں۔ سب سے بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ ان اشعار میں بابائے قوم و ملت کی منکسر المزاجی اور خاکساری کے ساتھ زندہ رہنے کا سبق آموز پیغام ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

صفحۂ کائنات پر نقطۂ بے اماں ہوں میں
جس کا وجود کچھ نہیں ایسا ہی اک نشاں ہوں میں
آپ تو چاہے جو کریں آپ کی بات اور ہے
آپ ہیں سعی کارگر کاوش رائگاں ہوں میں

اتنی عظیم شخصیت کے تعلق سے ایک بات یہ بھی تحریر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بابا حضور کے اخلاق حسنہ اور مشفقانہ رواداریوں پر نظر کرتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ بابا حضور سے جو بھی قریب ہوتا تو وہ اس امر پر ضرور اتراتا اور فخر و ناز کرتا ہوا ملا کہ بابا حضور سب سے زیادہ اسی سے محبت فرماتے ہیں۔ یہ ان کی نظر عنایت اور شفقت و محبت کا سرمایۂ کمال تھا کہ ہر شخص ان کی چاہت میں دیوانہ وار نظر آتا تھا۔

مگر میں اس ضمن میں بڑے وثوق کے ساتھ یقین دہانی کرانا چاہوں گا کہ بابا حضور مجھ جیسے نااہل اور ناکارہ انسان سے اتنی محبت فرماتے تھے کہ میں زندگی کی آخری سانس تک ان کی محبتوں، شفقتوں اور چاہتوں کا کوئی حق ادا نہیں کر پاؤں گا۔ ویسے تو زندگی کے تمام تر لمحات عجیب سے عجیب تر واقعات سے لبریز ہیں، میری ہر کامیابی پر ان کی خوشیاں اور دعائیں میری کامرانیوں کی ضمانت تھی۔

میں زندگی کے ان آخری لمحات کا ایک ایسا واقعہ تحریر کر رہا ہوں جس کو میں کبھی نہیں بھول پاتا ہوں۔ 25/ نومبر 1995ء کو بریلی شہر کے ایک اسپتال میں میرے گردے کا آپریشن ہوا تھا۔ انہیں ایام میں بابا حضور کی طبیعت بھی بے حد ناساز تھی اور ان کو کانپور کے ایک اسپتال میں بھرتی کیا گیا تھا۔ اسپتال میں موجود ان کے تیمارداروں اور خدمت گزاروں نے مجھے بتایا کہ ہر لمحہ زبان پر بس ایک جملہ تھا کہ کوئی مقتدا حسین کی خبر لا کر دو اس کی طبیعت کیسی ہے۔ ٹیلی فون کے ذرائع اور وسائل بہت کم دستیاب تھے پھر بھی کسی نہ کسی طرح خبر مل جایا کرتی تھی۔ اسی اثناء میں ایک دن ان کو خبر ملی کہ بریلی سے ایک گاڑی کسی کا جنازہ لے کر مکن پور شریف آئی ہے، اسی وقت بابا حضور نے اپنے ہاتھ سے ڈرپ کی نلکی کو نکال کر پھینک دیا اور فرمایا اب میں زندہ رہ کر کیا کروں گا اور بہت زیادہ غمگین لہجے میں کہا کہ جلدی سے مجھ کو مقتدا حسین کے پاس لے چلو۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ شیخ طریقت سید مہدی حسین میاں کا بریلی میں انتقال ہو گیا تھا اور آنے والی گاڑی انہیں کا جنازہ لیکر آئی تھی۔ جب یہ بات ان کو معلوم ہوئی تو انہوں نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کچھ اطمینان کی سانس لی۔

میں 25/ دسمبر 1995ء کو بریلی سے مکن پور شریف آ گیا۔ بابا اسپتال سے چھٹی لیکر مکن پور آ گئے تھے میرے آنے کی خبر سن کر تیز قدموں سے چل کر میرے غریب خانہ پر تشریف لے آئے۔ مجھے دیکھ کر نہایت محبت و شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں کئی دنوں سے تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا اور اب میں مطمئن ہو کر اسپتال کانپور جا رہا ہوں۔ شاید میرے نصیب میں ان کی مشفقانہ محبتوں کا آخری دن تھا۔ چلتے

وقت جس حسرت بھری نظر سے انہوں نے مجھ کو دیکھا تھا مجھے آج تک یاد ہے۔ وہ وقت کیسے گزر گیا کچھ پتہ ہی نہ چل سکا۔

مجھ کو ذرا بھی یہ احساس نہ ہوسکا کہ آج کا دن بابا حضور کی مشفقانہ محبتوں کا میرے لئے یہ آخری دن بن کر رہ جائے گا۔ اس روز وہ دیر تک مجھ کو اپنی خصوصی توجہات اور کرم فرمائیوں سے نوازتے رہے۔ ان کی جسمانی کیفیت کچھ ٹھیک نہیں تھی بڑے ہی آہستہ سے مجھ سے فرمایا کہ کیمو کی دوائیں چڑھنے سے میرے منہ میں چھالے پڑ گئے ہیں اور بولنے میں تکلیف ہورہی ہے۔ ان کی طبیعت کی علالت اور جسمانی کمزوری دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ بابا حضور نے اس دن کچھ زیادہ ہی شفقتوں سے نوازتے ہوئے فرمایا ہم نے رات کی تنہائیوں میں تمہاری ہر کامیابی کیلئے اپنے رب کی بارگاہ میں دعائیں پیش کی ہیں۔ انشاء اللہ میری دعائیں ضرور مقبول ہوں گی۔ میں حیرت زدہ ہو کر نہایت ہی حسرت و یاس سے ان کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی محبت بھری نظروں اور شفقتوں سے نواز کر واپس جانے لگے۔ جاتے وقت جو دل خراش جملہ انہوں نے اپنی زبان سے فرمایا تھا اس کو میں زندگی بھر نہ بھول پاؤں گا۔ مجھ سے فرمایا مقتدا حسین میں صرف تم کو دیکھنے کے لئے اب تک ٹھہرا ہوا تھا اب میں جارہا ہوں اور دیکھو اللہ کی کیا مرضی ہوتی ہے۔ میں ان کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا مگر دل میں عجیب سا ہیجان تھا۔ شاید بابا حضور کو دنیا سے رحلت فرماجانے کا احساس ہو چکا تھا شاید قضا کے فرشتوں نے ان کے کانوں میں سرگوشیاں کردی تھیں۔ بابا حضور 25/دسمبر 1995ء کو اسپتال کانپور چلے گئے اور پھر وہیں 14 جنوری 1996ء کو آپ وصال فرما گئے۔

مجھے بابا حضور کے کہے ہوئے وہ اشعار آج بھی یاد ہیں جو انہوں نے بڑے احساس بھرے لہجے میں فرمائے تھے۔

اب رات بھی گزری ہے صبح پھوٹ رہی ہے
ساز دل برباد کی لے ٹوٹ رہی ہے
مسرور بہت وسعت افلاک ہے شاید
اک پیکر خاکی سے زمیں چھوٹ رہی ہے

اللہ سے دعا ہے کہ حضور بابائے قوم وملت کی پشت پناہی تاحیات ہمارے سر پر قائم رہے۔ آمین!

☆☆☆

منقبت

(سید تحذر علی مکن پوری)

معیار علم و حکمت بابائے قوم و ملت
مولا علی کی نسبت بابائے قوم و ملت
ہیں آپ میری الفت بابائے قوم وملت
ہیں آپ میری چاہت بابائے قوم وملت
ہر ایک دل کی حسرت بابائے قوم وملت
سرتاج علم و حکمت بابائے قوم و ملت
دکھلائے جب سخا کے جوہر تو یاد آئی
عثمان کی سخاوت بابائے قوم و ملت
جن کے لئے بشارت قطب جہاں نے دی ہے
ہیں وہ بلند قامت بابائے قوم و ملت
بگڑے ہوئے مقدر جس نے بنادئے ہیں
وہ صاحب کرامت بابائے قوم وملت
اہل نظر ہی جانیں کیا ہے مقام تیرا
اور کیا ہے تیری عظمت بابائے قوم وملت
تاریکیوں کا ڈر کیا رہزن کا اب خطر کیا
ہیں مشعلِ ہدایت بابائے قوم و ملت
ہم جیسے تشنہ لب بھی سیراب ہو رہے ہیں
ہیں آپ ابر رحمت بابائے قوم و ملت
رب کی رضا سے کی ہے امداد میری تم نے
جب بھی پڑی ضرورت بابائے قوم وملت
بس آپ کی عطا ہے جو کچھ بھی ہے تحذر
ہے آپ کی بدولت بابائے قوم وملت

حضور بابائے قوم وملت کی حیات

شریعت وطریقت کے آئینہ میں

ازقلم: مفتی خوشنود خاں مداری، بریلی

سرزمین مکن پور شریف پر ۱۹۳۱ء میں جنم لینے والی عبقری شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ تشنگان علوم ظاہر وباطن نے یکساں طور پر جس مبارک ہستی سے اکتساب فیض کیا ہے مکن پور شریف کے علمی گھرانے میں پیدا ہونے والی اِس منفرد شخصیت کو بابائے قوم وملت حکیم الامت عارف کامل غوث زماں حضرت علامہ حکیم سید محمد ولی شکوہ جعفری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کسی بھی فرد فرید کا شریعت وطریقت کا جامع ہونا اُسی وقت ثابت ہوتا ہے جب اس کے شب وروز اس جامعیت کا مصداق ہوں۔ حضور بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ والرضوان بحمدہٖ تعالیٰ ہر اعتبار سے شریعت وطریقت کے جامع تھے۔

قارئین پر مخفی نہ رہے کہ شریعت اسلام کا وہ قانون ہے جس کے تحت اسلامی معاشرتی نظام پروان چڑھتا ہے۔ تزکیہ وتصوف اورعبادت وریاضت مرضیات وسیر الی اللہ کا انحصار واقعی طریقت پر ہے مگر طریقت اسلام کا باطنی جزو ہے۔

تصوف کے میدان میں عاجزی، انکساری صدق مقالی قول وعمل کی وحدیت اور آرائش ظاہر وباطن ضروری امور ہیں۔ غرور وتمکنت، دلآزاری، فریب کاری، تصنع وخود ستائی سے بیزاری بھی تصوف کے تانے بانے کو تقویت بخشتا ہے۔ بابائے قوم وملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا وجود معروف اخلاق رذیلہ سے منزہ اور مشہور اخلاق فاضلہ سے مزین تھا۔

حضور بابائے قوم وملت کی ولادت وتعلیم وتربیت

بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ یکم ستمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۵ر رجب اپنے والد بزرگوار پیر طریقت حضرت علامہ حکیم سید علی شکوہ جعفری مکن پوری علیہ الرحمہ کے یہاں ہوئی آپ کے والد نے آپ کا تاریخی نام، سید غنی حیدر رکھا۔ سید محمد ولی شکوہ، کے نام سے مشہور ہیں۔ بچپن کے حالات بطور اختصار اس طرح ہیں کہ:

عموماً آپ عام بچوں سے الگ مزاج رکھتے تھے۔ بچپن ہی سے منفرد المزاج ومنکسر المزاج تھے، سادگی، شائستگی قدرتاً آپ کو حاصل تھی بچپن ہی سے آپ رضی اللہ عنہ پر توحید ویکتا پرستی کا غلبہ تھا۔ چونکہ گھر میں طریق وتصوف کا ماحول تھا ذکر خفی کا دور دورہ تھا۔ فقہی جزئیات، تفسیری نکات ،سلوک کے رموز ہائے سربستہ آپ باتوں باتوں میں حل فرمادیتے تھے۔

شریعت وطریقت جو اسلام کا ظاہر وباطن ہیں دونوں شاخوں پر آپ رضی اللہ عنہ یکساں کاربند تھے۔ قول وعمل کی

وحدت ایفاءعہد آپ رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کو معاصرین سے ممتاز کرتے ہیں۔

حضور بابائے قوم وملت رضی اللہ عنہ ایک حقیقت پسند شخصیت کے مالک تھے۔اس خاک راقم السطور کا تقرر ۲۰۰۵ء میں جب جامع مسجد گوونده پور بریلی میں ہوا وہاں کے ایک بزرگ جناب منشی رضا خاں صاحب مداری مرحوم نے بیان کیا کہ بابا کی شان بہت بلند تھی ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ جامعہ عربیہ مدارالعلوم مدینۃ الاولیاء مکن پور شریف میں زیر تعلیم طلبہ کی فہرست آپ کے سامنے پیش کی گئی جس میں مقامی وبیرونی طلبہ کے نام درج تھے۔اور جو طلبہ سادات سے تھے ان کے اسماء کے ساتھ 'سید' لکھا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے قلم اٹھایا اور ہر ایک کے نام سے لفظ سید حذف کر دیا۔آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے دیگر بزرگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے بیساختہ فرمایا کہ تمہارے لئے سید لکھنے سے غیر سید طلبہ کو احساس کمتری ہوگا ہوسکتا ہے کہ ان کے دل میں یہ خیال آجائے کہ اسلام میں بھی برادری واد کا کوئی نزاع ہے حالانکہ اسلام قوم، خاندان، گروہ، جماعت اور اونچ نیچ سے بالاتر ہے اور رہی بات سید ہونے کی تو ہم سید لکھیں یا نہ لکھیں بہرحال سید ہی رہیں گے۔شرافت نسبی اور نجابت ابدی کا تعلق جنون سے ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے یہ الفاظ ونقوش کامحتاج نہیں۔

متذکرہ بالا واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کے احساس کی بابائے قوم وملت کو کس قدر پرواہ تھی۔اور درج ذیل آیت کریمہ کی عملی تفسیر بھی۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔ (الحجرات)

اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں قوموں، قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت دار وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے بیشک اللہ خوب جاننے والا اور خوب خبر رکھنے والا ہے۔

جب ہم شریعت اسلامیہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واحوال پر سرسری نظر ڈالتے تو فی البدیہ معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ دو قسموں پر منقسم تھے۔(۱) ایک وہ جن کا تعلق افعال وحرکات مثلاً قیام، قعود، رکوع، سجود، تلاوت، تسبیح اذکار وادعیہ احکام ومناسک سے ہے۔دوسری قسم کا تعلق ان باطنی کیفیات سے ہے جو ان افعال وحرکات کے ساتھ لازم وملزوم ہیں اول کو فقہ ظاہر اور دوسری کو فقہ باطن کا نام دیا جاسکتا ہے بالفاظ دیگر اسی کو تصوف وطریقت اور احسان وسلوک کہتے ہیں۔

شریعت وطریقت کا جامع شخص ہی رضائے الٰہی اور فضائل لامتناہی کا مصداق ہوسکتا ہے۔حضور بابائے قوم وملت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی شریعت (ظاہر) طریقت (باطن) سے عبارت تھی۔

آج قوم کا المیہ یہ ہے کہ ہماری قوم میں جو سب سے وسیع حلقۂ ارادت رکھتا ہے یا مالی فراوانی کا حامل ہے تو بس وہی سب سے بڑا پیر ہے مگر حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔خشیت الٰہی، اللہ کے سامنے شکستہ دلی، تضرع وانکساری ہی اصل پیری اور بامقصد دعوت سلسلۂ بیعت وارشاد ہے۔حضور بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ جمیع اخلاق فاضلہ سے اپنے آپ کو مزین کر کے قوم کے سامنے پیش ہوئے جنہیں آج بھی دنیا رخ زیبا لیکر ڈھونڈتی ہے۔

حضور بابائے قوم وملت کی فروتنی وبے نفسی

فروتنی وبے نفسی اور سخاوت وامتیاز اہل اللہ کی اہم

صفات ہیں۔ یہ وہ مراتب کمال ہیں جو ہزاروں کرامتوں وفضیلتوں سے بالاتر ہیں اور یہ اہم ترین مقام اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان کی خودی مٹ جاتی ہے اور نفس کامل تزکیہ ہوجاتا ہے۔ حضور بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ کو یہ کمال بھی حاصل تھا۔ جیسا کہ آپ کے حالات پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بے نفسی وللّٰہیت، ہضم نفس، انکارِ ذات کے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

حضور بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ والرضوان کی حیات واقعی شریعت وطریقت سے معمور تھی۔

حضور بابائے قوم وملت کی خدمات

جس کا تعلق بھی تصوف وتزکیہ سے ہوتا ہے اس کے سینے میں توحید وحب رسالت کا جذبہ از خود موجیں مارتا ہے۔ خدمت خلق کا داعیہ از خود پیدا ہوجاتا ہے۔ سیکڑوں چولہے مکن پور میں آپ کے ایثار وسخاوت پر چلتے تھے لوگوں کی ضروریات زندگی کا بے حد خیال رکھتے تھے بے شمار حاجت مند آپ کے پاس آکر دامن مراد پُر کر کے گھر جاتے تھے۔

حضور بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ کو تصنیف وتالیف میں بھی درک حاصل تھا جمال مداریت کے علاوہ متعدد کتب تصنیف فرمائی تھیں۔ جن میں بعض زیور طبع سے مزین ہوکر نذر قارئین کرام ہوچکی ہیں اور بعض ابھی طبع نہیں ہوسکی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ شمس الافلاک ثانی آپ کی تصنیف کی نشر واشاعت ہوسکے۔

حضور بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ کا ذوق شاعری بھی بہت بلند تھا جن میں نعت ومناقب، رباعی ونظم وغیرہ سب کچھ ہیں۔

بطور نمونہ محض ایک غزل جو پہلی بار آپ نے کہی تھی اور بھی اتنی سخت زمین پر پیش کرتے ہیں تاکہ محبت حقیقی میں سرشار آپ کی فکر سے آگہی ہوسکے۔

شعر وادب اہل تصوف کا خاصہ رہا ہے حافظ شیرازی سے لے کر امام قشیری اور سید الاولیاء سرکار مدار العالمین رضی اللہ عنہما تک جملہ اجل اولیاء کبار اشعار کہتے تھے۔

آپ کی شاعری میں ایک خاص بات جو حضرت پیر طریقت امیر القلم حضرت علامہ سید ازبر علی میاں جعفری مدظلہ العالی نے حضور بابائے قوم وملت کی بیاض خاص سے نقل فرما کر فقیر کو ارسال کی من وعن ہم قارئین کی نذر کررہے ہیں۔

حضور بابائے قوم وملت شاعر کب بنے؟

بات جنوری ۱۹۷۷ء کی ہے آپ اپنے حلقۂ ارادت شہر سررنج میں جناب محمد ابراہیم شکوہی مداری کے مکان پر قیام پذیر تھے۔ وہیں سے شاعری کا دَور شروع ہوا مندرجہ ذیل سیاق وسباق (اقتباس) بابائے قوم وملت کی ڈائری سے ملاحظہ فرمائیں:

''میری شاعری جنوری ۱۹۷۷ء میں۔ میں اپنے حلقۂ ارادت شہر سررنج گیا ہوا تھا میرا قیام عزیزی محمد ابراہیم خاں محلّہ حاجی پور کے مکان پر تھا اس دور میں وہاں شعر وشاعری کا مشغلہ اچھا خاصا تھا۔ بیشتر شعراء میری قیام گاہ پر تشریف لاتے اور اپنی اپنی کاوش جلیلہ کو پیش فرماتے انہیں شعراء کرام میں ایک کہنہ مشق شاعر جناب ضیاء اللہ ضیاء صاحب نے دعوتِ طعام کیلئے اصرار کیا میں نے قبول کرلیا۔ بعد نماز مغرب اپنے دولت کدے پر لے گئے ہمراہ عبدالوحید صاحب بھی تھے۔ جن کی حیثیت ناقدین میں شمار کی جاتی تھی یہ اگرچہ شاعر نہیں تھے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ کسی شاعر کی فنی غلطیاں بھی

نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ خواہ شیرازی ہوں سعدی و جامی ہوں اکثر شعراء کو ان سے شکایت یہ تھی کہ یہ اس قدر بخیل ہیں کہ اچھے شعر پر بھی داد نہیں دیتے یہ آپ کی شاعری کے دور کا آغاز ہے''۔

خیر بطور جملہ معترضہ یہ اقتباس درج کر دیا گیا تاکہ معلومات میں اضافہ ہو۔

غزل

دنیا کی نگاہوں میں مقام اس کو ملا ہے
جو رہ گزرِ عشق میں برباد ہوا ہے
ہے سوز دروں دل کی بھلا قدر بھی کیا ہے
دے شعلہ نوائی بھی اگر ساز دیا ہے
یہ تو نے خود آگاہی کا جذبہ تجھے دے کر
آزادی کا ہے کہ گرفتار کیا ہے
اے چشم کرم تیری نوازش کے میں صدقے
لذت بھی عطا کر دے اگر درد دیا ہے
ہو جا نہ ......نہیں اخلاص محبت
میں نے اِسی وحشت میں گریباں کو سیا ہے
دشواریٔ حالات سے گھبرا کے کبھی دوست!
بیباکیٔ حیرت پہ ستم کس نے کیا ہے
اس وقت کبھی جب حد سے بڑھتی تلخیٔ کلام
شکوہ مجھے کرنا تھا مگر شکر کیا ہے
مانا کہ مراحل ہیں بہت راہ جنوں میں
دیوانہ مگر عزمِ جواں لے کے چلا ہے
جو عزمِ جواں لے کے ولیؔ اٹھا ہے اس لئے
ہر جادۂ منزل کو نیا موڑ دیا ہے

یوں تو بہت کچھ میرے مرشد گرامی حضرت علامہ الحاج سید مقتدا حسین جعفری دامت برکاتہم نے بابا کے متعلق ارسال کیا تھا مگر افسوس کہ وقت نے اجازت نہ دی جو پورے طور پر لکھ پاتا۔ بس دعا گو ہوں کہ یہ حقیر سے فقرے بارگاہِ ولی میں مقبول ہو جائیں۔

☆☆☆

منقبت حضور مدار العالمین رضؓ

جناب اجمل خاں اجملؔ مکن پوری

مرے آقا تو ہے شبیر جیسا
ترا ہر کتا ہے قطمیر جیسا
نگاہوں نے تری یوں زندگی دی
کلیجے پر لگا اک تیر جیسا
ترا در ہے جبینِ شوق میری
یہ میرا خواب ہے تعبیر جیسا
ترے در کے گدا نے میرے آقا
کیا ماتھے پہ کچھ تحریر جیسا
مداری نسبتوں یوں رنگ لائیں
میں ہو جاؤں تری تصویر جیسا
اُجالا چاند میں اتنا کہاں ہے
تمہارے پاؤں کی تنویر جیسا
اے دیوانے مدارِ دو جہاں کے
مقدر ہو تری تقدیر جیسا
دیا ایمان ہندوستاں کو جس نے
ہے کوئی پیر میرے پیر جیسا
شفاء پاجاتے ہیں بیمارِیل میں
ہے کچھ اس خاک میں اکسیر جیسا
مدار پاک نے کچھ بخشا اجملؔ
دعاؤں میں میری تاثیر جیسا

☆☆☆

نگاہ مرشد کامل اور زندگی کا ایک حسین احساس

از قلم: خاکپائے بابائے قوم وملت سید انصار احمد ہنر مکن پوری

کہتے ہیں صدق دل سے جو ارادہ کیا جائے اللہ رب العزت اس کو پورا فرمادیتا ہے۔ نہایت حسین و جمیل احساسات سے لبریز ایک واقعہ میری زندگی کا خوشگوار حصہ ہے جس کو میں کبھی بھی بھول نہیں پاؤں گا۔

ایک عرصہ دراز سے مجھ کو ایک شیخ کامل کی تلاش تھی۔ دراصل میں بہت چھوٹی عمر میں تھا تب میرے والد بزرگوار دنیا سے تشریف لے جاچکے تھے اور میں چاہتے ہوئے بھی ان سے مرید نہ ہوسکا تھا۔ اس لئے میں سوچتا رہتا تھا کہ سرزمین مکن پور شریف میں ثقہ بزرگوں کی ایک بڑی جماعت ہے جلد ہی کسی بزرگ سے شرف بیعت حاصل کرلوں گا۔ مگر عجیب اتفاق یہ تھا کہ جن بزرگ کی غلامی میں اپنے کو پیش کرنے کا ارادہ کرتا کچھ ایام کے بعد وہ رحلت فرماجاتے تھے۔ یہ میری تساہلی اور کوتاہی تھی کہ اردہ تو کرلیتا تھا مگر ارادے کی تکمیل کیلئے بس سوچتا رہتا تھا اور عملی قدم نہ اٹھا پاتا تھا۔

ایک روز میں ایک گاؤں سے واپس آیا۔ گرمی کے دن تھے مگر موسم خوشگوار تھا، دوپہر کے وقت گھر میں داخل ہوتے ہی کچھ دیر آرام کرنے کیلئے لیٹ گیا، ذہن میں وہی فکر گردش کررہی تھی کہ جلد ہی کسی سے مرید ہونا ہے۔ اسی اثناء میں مجھ کو نیند آگئی اور میں بے خبر سوگیا۔ اس وقت میں اپنی سسرال میں تھا اور وہ گھر جہاں پر میں سو رہا تھا خانقاہ عالیہ مدار العالمین ؒ سے بالکل متصل تھا۔ میرے گھر اور خانقاہ شریف کے درمیان صرف پانچ گز کا فاصلہ تھا۔ سامنے ہی سونے کا خوبصورت کلس سفید گنبد پر چمک رہا تھا۔ نیند کی حالت میں ہی اچانک کسی نے میرے منھ پر ایک زوردار طمانچہ مارا اور کہا کہ تم مرید ہونا چاہتے ہو تو ہو کیوں نہیں جاتے۔ طمانچہ کی تکلیف سے ہی میں چونک کر اٹھ گیا۔ اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔

طبیعت میں عجیب سا ہیجان تھا۔ بیدار ہونے کے بعد میں اس آواز پر غور کرنے لگا جو میرے کانوں میں اب تک گونج رہی تھی۔ چند لمحات میں ہی سامنے کیا دیکھتا ہوں کہ میرے گھر میں میری چارپائی کے پاس ولی کامل حضور سید محمد ولی شکوہ صاحب قبلہ کھڑے ہیں اور تبسم فرمارہے ہیں۔ میں چونک پڑا اور فوراً ہی ایک رومال بچھا کر عرض کیا کہ حضور تشریف رکھئے۔ انہوں نے مجھ سے کچھ نہیں کہا اور میرے بستر پر بیٹھ گئے۔ میری اہلیہ نے چائے لاکر دی ہم دونوں نے چائے نوش کی کچھ دیر کے بعد وہ اپنے گھر تشریف لے گئے میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ میں خوشی سے دل ہی دل میں پھولا نہیں سما رہا تھا اور اپنے مقدر پر ناز کر رہا تھا کہ مجھ کو اتنے عظیم مرشد کامل کا دامن نصیب ہونے جارہا ہے۔ یہی میری منزل ہے۔

میں نے بابا حضور کے ہمراہ مغرب کی نماز مسجد میں ادا کی نماز کے بعد وہ مسجد سے نکل کر حضور مدار پاک کی خانقاہ شریف کے لئے چل دیئے۔ میں بھی بغیر کچھ سوچے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ خانقاہ شریف پہنچ کر حضور بابائے

قوم وملت شوروم کے سامنے آنگن میں بیٹھ گئے۔ مجھ کو محسوس ہو چکا تھا کہ میری طلب کو منزل مقصود مل گئی ہے۔ جس مقام پر بابا حضور تشرف فرماتے تھے اس جگہ پر سجادگان مکن پور شریف بیٹھ کر بعد نماز مغرب حلقۂ ذکر فرماتے تھے۔ اپنے معمولات میں مشغول بابائے قوم وملت ہمدردانہ اور مربیانہ نگاہوں سے مجھ کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے ان کے سامنے دوزانو بیٹھ کران کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر بوسہ دیا انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو خانقاہ مدار پاک میں دیوار میں لکھے ہوئے کلمہ طیبہ سے لگا دیا اور مجھ کو داخل سلسلہ فرما کر دعاؤں سے نوازا۔

میں نے دیکھا کہ اسی اثناء میں میرے ایک عزیز جو خود بھی حضور بابا صاحب قبلہ کے مرید وخلیفہ تھے سید انظار حسین چھبن میاں یہ سب منظر دیکھ رہے تھے، وہ دوڑ کر گھر سے ایک گلاس شربت لے آئے۔ بابا حضور نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا بقیہ مجھ کو پلا دیا۔ اس طرح سلسلہ عالیہ مداریہ کی عظیم نعمتوں سے سرفراز فرما کر دعاؤں سے نوازا اور مشفقانہ لہجے میں نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا'' جو نعمتیں تم کو ملی ہیں ان کو تقسیم کرنے کی ذمہ داری تم کو دیتا ہوں تم ہمیشہ بے لوث ہو کر سب کے کام آنے کا جذبہ رکھنا۔

ولی کامل عارف باللہ حضور سید محمد ولی شکوہ رحمۃ اللہ علیہ کی معظم شخصیت کے تعلق

سے شائع ہونے والے''بابائے قوم وملت نمبر'' کی ہم بہت بہت

دلی مبارک باد پیش کرتے ھیں

''FATIMA SANIYA DESI DAWA KHANA''

فاطمہ ثانیہ دیسی دوا خانہ، بیرم نگر، بریلی

مولانا حکیم۔ محمد شکیل خاں مشربی مداری بیرم نگر، بریلی

HAKEEM-MD.SHAKIL KHAN MASHRABI MADARI BAREILLY

Mo.No.8057456646

ادارہ رہبر نور کی عظیم پیش کش

حضور بابائے قوم وملت نمبر

کی اشاعت پر ہم دل کی گہرائیوں کے ساتھ بہت بہت

مبارک باد دیتے ہوئے ادارے کی تحریری وتاریخی خدمات کو تہنیت پیش کرتے ہیں

المدار دیسی دواخانہ اینڈ روحانی ریسرچ سینٹر

مفتی حکیم۔ خوشنودی خاں مداری۔ گوونداپور، بریلی

AL MADAR DESI DAVAKHANA & ROOHANI RESEARCH CENTER

MUFTI HAKEEM-MD.KHUSHNOOD KHAN MADARI GOVINDAPUR-BAREILLY

Mo.9639512991

حضور بابائے قوم وملت

کے مشاہیر خلفاء

از قلم: ابوالحسان سید محمد شادان شکوہ شکوہی مداری

سلسلہ تو درحقیقت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے جس کے حقیقی وارث اور قاسم فیوض محمد رسول اللہ مصدر ولایت حضور مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں جن سے تصوف وسلوک کے متلاشی اپنی پیاس بجھاتے رہے اور طریقت وتصوف کے جام انڈیلتے رہے انہیں سے سلاسل کا اجرا ہوا ہر دور اور ہر زمانے میں سلسلے دنیا میں پھیلے اور لوگ ان سے مستفیض ہوتے رہے اور سلاسل پھیلاتے رہے پھیلنے کا جو واحد ذریعہ ہے وہ ہے خلفاء، سلسلہ خلفاء سے ہی پھیلتا ہے بلاتمہید عرض کروں گا کہ سلسلہ عالیہ مداریہ ساری کائنات کا وہ عالمگیر سلسلہ ہے کہ پوری دنیا میں باقی سلسلہ عالیہ مداریہ حضور سرکار سیدنا سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار مدارالعالمین رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ پاک کے خلفائے کرام موجود ہیں نیز آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور اس سلسلے کے مشائخ اکابر صوفیاء کرام خلافت واجازت سے نوازتے ہیں اور نوازتے رہیں گے ۔ انہیں پاک صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کی فہرست میں ایک عظیم نام حضور بابائے قوم وملت عارف باللہ ولی کامل حضرت علامہ مولانا حکیم سید محمد ولی شکوہ صاحب قبلہ جعفری مداری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جن کے بے شمار خلفاء ہوئے جن میں چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

شہزادگان حضور بابائے قوم وملت

پیر طریقت حضرت سید امین الحق صاحب شکوہی مداری مکن پور شریف۔

پیر طریقت حضرت سید رفیع شکوہ صاحب شکوہی مداری مکن پور شریف۔

پیر طریقت حضرت مولانا حکیم سید محمد فاران شکوہ صاحب شکوہی مداری، سید شادان شکوہ شکوہی مداری۔

پیر طریقت حضرت سید سرکار حسین صاحب خاور شکوہی مداری۔

پیر طریقت حضرت مولانا خواجہ سید مصباح المراد صاحب شکوہی مداری۔

پیر طریقت حضرت مولانا سید منور علی صاحب شکوہی مداری۔

پیر طریقت حضرت سید ابن الحسن صاحب شکوہی مداری۔

پیر طریقت حکیم حضرت سید اقرار حسین صاحب شکوہی مداری۔

پیر طریقت حضرت مولانا سید مقتدا حسین صاحب۔

پیر طریقت حضرت سید انظار حسین صاحب شکوہی مداری۔

پیر طریقت حضرت سید مبارک صاحب شکوہی مداری۔

پیر طریقت حضرت سید امین مبارک شکوہی مداری۔

پیر طریقت حضرت سید اثر علی شکوہی مداری۔

پیر طریقت حضرت سید سید صاحب علی شکوہی مداری۔

پیر طریقت حضرت سید انصار احمد ہنر شکوہی مداری۔

پیر طریقت حضرت سید محمود اعظم شکوہی مداری۔
پیر طریقت حضرت سید ساغری میاں شکوہی مداری۔
پیر طریقت حضرت سید ظہور حسن صاحب شکوہی مداری۔
پیر طریقت حضرت سید اختیار احمد صاحب شکوہی مداری۔
پیر طریقت حضرت حافظ سید عنبر دولہا صاحب شکوہی مداری۔
پیر طریقت حضرت سید اختر حسنین صاحب شکوہی مداری۔
پیر طریقت حضرت سید سید قمر عادل سوز شکوہی مداری۔
پیر طریقت حضرت سید مولانا سید از بر علی صاحب شکوہی مداری۔
پیر طریقت حضرت سید شوکت حسین شکوہی مداری۔
پیر طریقت حضرت سید راحت حسین شکوہی مداری۔

یہ خلفائے کرام سرزمین مکن پوری شریف سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کے علاوہ بیرون مکن پور شریف کے خلفاء کے اسماء یہ ہیں۔

حضرت مہدی حسن شکوہی مداری بکوٹی ضلع کانپور۔
حضرت حافظ لیاقت علی شکوہی مداری، بلہور کانپور۔
حضرت مولوی رئیس احمد شکوہی مداری شیوراج پور، کانپور۔
حضرت عبدالحکیم منا شکوہی مداری نئی سڑک، کانپور۔
حضرت حکیم نصیرالدین شکوہی مداری، کانپور۔
حضرت صوفی عبدالغفار شکوہی مداری، کانپور۔
حضرت مولانا راقم وارثی شکوہی مداری، کانپور۔
حضرت حافظ محمد سعید شکوہی مداری، کانپور۔
حضرت مولانا مقصود حسین شکوہی مداری، کانپور۔
حضرت مولانا عبدالخالق شکوہی مداری، فتح پور۔
حضرت قاری صغیر احمد رحمانی چشتی قادری شکوہی مداری، کانپور۔
حضرت قاری محمد حسن شکوہی، مداری۔
حضرت محمد سلطان احمد شکوہی مداری، موبھنڈ۔
حضرت منشی قاسم علی شکوہی مداری، جبل پور۔
حضرت عبدالحئی انجم شکوہی مداری، جبل پور۔
حضرت رحمت علی شاہ شکوہی مداری، جبل پور۔
حضرت قاری محمد حسین شکوہی مداری، جبل پور۔
حضرت صوفی ظہور علی مستان شکوہی مداری، اٹارسی۔
حضرت شوکت علی شکوہی مداری کی چیچلی، ایم پی۔
حضرت صوفی رحمان شاہ شکوہی مداری، بپیریہ، ایم پی۔
حضرت خواجہ معین الدین شکوہی مداری، تمل ناڈو۔
حضرت مولانا خلیل احمد شکوہی مداری بہیڑی، بریلی۔
مجدد مرادآبادی حضرت علامہ مفتی سید انتخاب حسین قدیری اشرفی مداری۔
حضرت مولانا بخش شکوہی مداری، ممبئی۔
حضرت صوفی عثمان شاہ شکوہی مداری، حیدرآباد۔
حضرت صوفی ڈاکٹر محمد غوری شکوہی مداری، دہلی۔
حضرت صوفی محمد منظور شاہ سیلانی شکوہی مداری، پلاموبہار۔
حضرت صوفی عیدو شاہ شکوہی مداری، چمپارن، بہار۔
حضرت صوفی نصیرالدین شکوہی مداری، آگرہ۔
حضرت صوفی شبیر شاہ شکوہی مداری، آگرہ۔
حضرت مولوی نور حسن گوالیار۔
حضرت مولوی ابراہیم شکوہی مداری، ایم پی۔

حضرت صوفی عبدالغفار شکوہی مداری، حضرت مولانا محمد طاہر علی مداری سیتاپور وغیرہم جیسے بہت سے خلفاء والد گرامی مرتبت حضور بابائے قوم وملت حکیم الامت حضرت علامہ حکیم سید محمد ولی شکوہ صاحب قبلہ جعفری مداری رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ یہ چند اور مشہور اسمائے گرامی اپنی یادداشت اور معلومات کے مطابق تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔کچھ مخصوص مریدین جن سے حضور بابائے قوم وملت بے حد محبت فرماتے تھے اور اکثر اوقات ان کا ذکر فرماتے اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے تھے۔ان خصوصی مریدین میں جناب ڈاکٹر سید سلطان محمود جعفری، جناب ڈاکٹر سید سمیع الباقی جعفری۔

فقط والسلام

ابوالحسان سید محمد شادان شکوہ شکوہی مداری

دارالنور مدینۃ الھند مکن پور شریف

بابائے قوم وملت حکیم سید ولی شکوہ مداری علیہ الرحمہ

حکمت وتدبر کا منارۂ نور

از قلم: نائب صدر سجادہ نشین خانقاہ عالیہ مداریہ مکن پور شریف سید ظفر مجیب مداری

محترم ناظرین سب سے پہلے موضوع سے متعلق درج ذیل بنیادی گفتگو کو ذہن نشین فرمالیں ۔ یہ ایک مسلم الثبوت بات ہے کہ حکمت وتدبر کسی بھی قوم کی فکری وعملی ترقی کا بنیادی عنصر ہے۔ ایک فرد یا معاشرہ، جس میں حکمت اور تدبر کی صفات موجود ہوں، وہ ہمیشہ صحیح راستے پر گامزن رہتا ہے۔ قرآن وسنت اور صوفیائے کرام کی تعلیمات میں اس کی غیر معمولی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکمت کو خیرِ کثیر قرار دیا، اور انبیاء واولیاء کی زندگیوں میں اس کی عملی مثالیں ہمیں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔

قرآن کی روشنی میں حکمت وتدبر کی اہمیت

اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا .

(البقرہ: 269)

اور جس کو حکمت دی گئی، اسے بہت بڑی بھلائی دی گئی۔

یہ آیت حکمت کی عظمت اور اس کی برکات کو واضح کرتی ہے۔ جو شخص حکمت کا حامل ہوتا ہے، وہ فکری اور عملی لحاظ سے عظیم نعمت کا وارث بن جاتا ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام اور حکمت

حضرت لقمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکمت کی دولت عطا کی اور ان کی نصیحتیں قرآن میں محفوظ کر دی گئیں:

ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ .

(لقمان: 12)

اور ہم نے لقمان کو حکمت دی کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔

یہ واضح کرتا ہے کہ شکر گزاری، حکمت کا ایک لازمی جزو ہے، اور جو شخص حکمت رکھتا ہے، وہ دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ . (البقرہ: 129)

وہ ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

یعنی حکمت کا سیکھنا اور سکھانا نبوی مشن کا ایک بنیادی حصہ ہے، اور یہ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے فیصلوں میں بصیرت اور تدبر کو اپنائے۔

احادیث کی روشنی میں حکمت وتدبر

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

كَلِمَةُ الحِكْمَةِ ضَالَّةُ المُؤمِنِ، فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا. (ترمذی: 2687)

حکمت کی بات مومن کی گمشدہ متاع ہے، جہاں بھی اسے پائے، وہی اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔

یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مومن کو ہر حال میں حکمت کی تلاش کرنی چاہیے، خواہ وہ کسی بھی جگہ سے حاصل ہو۔

حکمت وتدبر کا عملی اظہار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً. (بخاری: 6145)

بے شک بعض اشعار میں بھی حکمت ہوتی ہے۔

یہ حدیث وسعتِ نظر اور معاملہ فہمی کی تاکید کرتی ہے کہ حکمت کسی بھی جگہ پائی جاسکتی ہے، اور ایک دانا شخص اسے اختیار کرتا ہے۔

حکمت وتدبر، قیادت کیلئے ضروری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر مقرر کیا تو ان سے دریافت فرمایا: تم فیصلے کس طرح کرو گے؟

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

قرآن کے مطابق، اگر اس میں نہ ملا تو سنت کے مطابق، اور اگر اس میں بھی نہ ملا تو اپنے اجتہاد (تدبر وفہم) سے کام لوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللَّهِ. (ترمذی: 1327)

اللہ کا شکر ہے جس نے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کو راضی کرے۔

یہ واقعہ حکمت و تدبر کو عملی زندگی میں اپنانے کی ضرورت اور اس کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

صوفیائے کرام کے اقوال میں حکمت وتدبر

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

''حکمت، عقل کی غذا ہے، اور تدبر، معاملات کی روشنی''۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کہتے ہیں:

''عقل کا کمال یہ ہے کہ آدمی غور وفکر سے کام لے اور ہر فیصلہ حکمت کے مطابق کرے''۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں:

''درویش وہ ہے جو حکمت اور بردباری کے ساتھ معاملات کو سمجھے، اور جوش وجذبات کی بجائے دانائی کو ترجیح دے''۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں:

''حکمت وتدبر کے بغیر علم خطرناک ہوسکتا ہے، اور حکمت کے بغیر عمل ضائع ہوجاتا ہے''۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ: ہر معاملے میں حکمت سے کام لیں۔ فیصلے تدبر اور بصیرت کے ساتھ کریں۔ قرآن وسنت اور صوفیائے کرام کی تعلیمات کو اپنائیں۔ زندگی کو عملی دانائی کے اصولوں پر گزاریں۔

ناظرین محترم مذکورہ بالا گفتگو کا ماحصل چند لفظوں میں یوں سمجھ سکتے ہیں کہ حکمت وتدبر شریعتِ مطہرہ میں محبوب و مطلوب صفات ہیں جو انبیاء و اولیاء کی میراث ہیں۔ قرآنِ کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مذکور ہے:

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ .
(الشعراء: 83)

اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے صالحین کے زُمرے میں شامل کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی اور انہیں علم و حکمت اور روحانی بصیرت کی دولت عطا کی۔اور بعد میں انکے سچے متبعین اور ذریات طیبات کو بھی حسب مراتب حصہ ملتا رہا بابائے قوم وملت حضرت حکیم سید ولی شکوہ مداری علیہ الرحمہ کی ذات میں بھی حکمت وتدبر کا عنصر نمایاں طریقے سے نظر آتا ہے۔آپ کا علمی، روحانی اور تدبرانہ مقام اس قدر بلند وبالا ہے کہ آپ کی شخصیت قرآن و حدیث کے آئینے میں کامل مسلمان، مدبر رہنما، اور ملت کے سچے خیر خواہ کی حیثیت سے ابھرتی ہے۔

حکیم سید ولی شکوہ مداریؒ کی حکمت وتدبر کی بنیاد قرآن وسنت پر استوار تھی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

آپ کا طرزِ زندگی اس آیتِ مبارکہ کی عملی تفسیر تھا۔ آپ کی حکمت صرف نظریاتی نہیں تھی بلکہ عملی زندگی میں بھی نمایاں تھی آپ نے ہمیشہ اعتدال، دور اندیشی اور فکری بصیرت کو اپنایا۔ان کے فیصلے ہمیشہ عدل وانصاف پر مبنی ہوتے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی فراہم کرتے۔

تزکیۂ نفس اور روحانی مجاہدہ

تزکیۂ نفس تصوف اور روحانی کامیابی کا بنیادی اصول ہے، اور سید ولی شکوہ کی شخصیت اس کا بہترین نمونہ تھی۔قرآن میں فرمایا گیا:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا . (الشمس: 9)

یقیناً وہی کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا۔

آپ کی روحانی ترقی کا راز ذکرِ الٰہی، مجاہدۂ نفس، اور عشقِ الٰہی میں پنہاں تھا۔

آپ کے شب وروز عبادت، تفکر، اور ذکر واذکار میں بسر ہوتے۔

آپ کے معمولات میں تہجد، استغفار، درود شریف، اور مستحقین کی مدد شامل تھی۔

آپ کی محافل میں بیٹھنے والے لوگ روحانی و اخلاقی ترقی محسوس کرتے تھے۔

حضرت ولی شکوہ کی روحانی تعلیمات کا اثر ہر خاص و عام پر نمایاں تھا، اور آپ کی مجلسیں باطنی سکون اور فکری روشنی کا ذریعہ بنی رہیں۔

اصاغر نوازی اور علمائے کرام سے محبت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا، وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا. (ترمذی: 1919)

جو ہمارے بڑوں کی توقیر اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں۔

حکیم ولی شکوہ عاجزی، تواضع، اور محبتِ خلق کے پیکر تھے۔بچوں اور نوجوانوں کے ساتھ شفقت آپ کا نمایاں وصف تھا۔آپ علما ومشائخ کی سرپرستی اوران کی ترقی کے لیے کوشاں رہے۔آپ کی مجالس میں ہر طبقے کو برابری کا مقام حاصل ہوتا اور کوئی بھی خود کو کمتر محسوس نہ کرتا۔آپ کے دربار میں عوام وخواص، فقیر وامیر، سب کو یکساں عزت دی جاتی، جو آپ کے اعلیٰ اخلاق اور انسان دوستی کی دلیل ہے۔

علمائے پروری اور اتحادِ امت

حکیم ولی شکوہؒ علمائے کرام کے محسن اور اتحادِ امت کے داعی تھے۔آپ نے ہمیشہ اس قرآنی حکم کو پیشِ نظر رکھا:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا.

(آل عمران: 103)

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

آپ نے علمی و مسلکی اختلافات کے باوجود امت کو جوڑنے کا بیڑہ اٹھایا۔ آپ کے حلقۂ ارادت میں ہر مسلک کے علما کو عزت و احترام حاصل تھا۔ آپ نے دینی و روحانی مسائل کو دلیل، حکمت اور تدبر سے حل کرنے کی روایت قائم کی۔ آپ کے تدبر، معاملہ فہمی، اور صلح جُو طبیعت نے علمی و روحانی حلقوں کو اتحاد و یکجہتی کی لڑی میں پرو دیا۔

سادگی، زہد، اور حسنِ اخلاق

حضرت ولی شکوہؒ کی زندگی کا ہر پہلو سادگی، تواضع، اور زہد و تقویٰ کا آئینہ تھا۔ قرآن میں فرمایا گیا:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا. (لقمان: 18)

زمین پر اکڑ کر مت چلو۔

آپ کی زندگی سادگی، بے نفسی، اور خلوص سے عبارت تھی۔ کبھی بھی جاہ و حشمت اور دنیاوی آرائش کی طرف رغبت نہ رکھی۔ آپ کے دربار میں ہر شخص برابری کے درجے پر تھا، خواہ وہ بادشاہ ہو یا فقیر۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

البذاذةُ مِن الإيمانِ. (ابو داؤد: 4161)

سادگی ایمان کا حصہ ہے۔

حضرت ولی شکوہؒ واقعی اس حدیث کی عملی تصویر تھے۔

ایک قابلِ تقلید شخصیت

حکیم سید ولی شکوہ مداریؒ کی زندگی قرآن و حدیث کی عملی تعبیر تھی۔ ان کی حکمت و تدبر، روحانی بصیرت، اصاغر نوازی، اور علمائے پروری آج بھی امت کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

آپ کی ذات ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ:

☆ قرآن و سنت کی تعلیمات کو عملی طور پر اپنایا جائے۔

☆ حکمت و دانائی کے ذریعے مسائل حل کیے جائیں۔

☆ روحانیت، زہد و تقویٰ، اور حسنِ اخلاق کو اختیار کیا جائے۔

☆ امت میں اتحاد اور علمائے کرام کی سرپرستی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت ولی شکوہؒ کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کی سیرت سے رہنمائی لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

ہم مجاہدین سلسلہ عالیہ مداریہ
کی خدمات جلیلہ کی ایک عظیم تاریخ
رقم کردیں گے۔۔۔۔۔۔
ادارہ رہبر نور مکن پور شریف
کا آنے والا شمارہ انشاء اللہ تعالیٰ
مجاہد مداریت شیخ کامل الحاج حضور
سید ظہیر المنعم ببّن میاں
نمبر ہوگا
علماء و مشائخ کے تحقیقی و تاریخی مضامین،
عقیدت و محبت میں ڈوبی ہوئی ایسی
تحریرات جو ہماری علمی معلومات میں
نہایت کارگر اور مؤثر ثابت ہوں گی۔

ایک آفتاب ولایت۔ بابائے قوم وملت

ازقلم: حضرت مولاناالحاج خلیق احمد شکوہی بہیڑی، ضلع بریلی

قطب عالم غوث زماں حضرت علامہ حکیم سید محمد ولی شکوہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات مبارکہ عبادت وریاضت خداترسی وبندگان خدا کی بھلائی حصول علم وحکمت ومنازل عرفان ومعرفت کرتے کرتے بسر ہوئی۔آپ غرباء کی امداد نہایت خاموشی سے فرماتے اوران کے گذارنے کا سامان مہیا فرماتے تھے۔ یہ راز آپ کے وصال شریف کے بعد افشا ہوا جب غرباء نے خودہی اپنی زبان سے بیان فرمایا اوراس راز سے پردہ اُٹھایا۔

بابائے قوم وملت پر فیضان مدارالعالمین کی جلوہ فرمائی

سادات ومشائخین مکن پور شریف نے فرمایا کہ ولی اکمل عارف باللہ قبلہ وکعبہ سید علی شکوہ میاں علیہ الرحمہ والرضوان نہایت تقویٰ وطہارت اورادووظائف مخلوق خدا پرمہربانی فرمانے والے اللہ کے محبوب بندے تھے۔ وہ اپنے بستر پر آرام فرمارہے تھے کہ خواب میں سید الاولیا قطب وحدت سیدنا سید بدیع الدین احمد مدارالعالمین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اورفرمایا اے علی شکوہ مژدہ ہوکہ تمہارے یہاں جو بیٹا پیدا ہونے جارہا ہے وہ اللہ کا مقرب ولی ہوگا تم اس کا نام ولی شکوہ رکھنا سبحان اللہ بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ کی پیدائش کی بشارت سیدالاولیاء نے دی اورنام بھی منتخب فرمایا یعنی جوذات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منتخب کردہ ہے۔ بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ اس ذات اقدس کا انتخاب ہیں۔

خورشید مداریت کے مزاراقدس سے اکتساب فیض کرنا

قطب زماں ولی اکمل حضور سیدنا سید خورشید احمد دادا میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات اقدس سرزمین بہیڑی شریف ضلع بریلی اتر پردیش انڈیا میں مدفون ہے اورآپ کا مزارمقدس مرجع عوام وخواص ہے۔

بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ نے قطب عالم غوث زماں خواجہ سید خورشید احمد دادا میاں علیہ الرحمہ کے مزاراقدس سے اکتساب فیض کیا اورشجرہ شریف مجھے تفویض کیا وہ شجرۂ خورشید یہ مداریہ میرے کتب خانہ میں موجود ہے وقت کی قلت اورمضمون کی طوالت کے پیش نظر اس کوتحریر نہیں کررہا ہوں۔اگر زندگی نے ساتھ دیا توکسی موقع پر تحریر کروں گا۔اس وقت تک عملی بے بضاعتی کے سبب میں اس بات سے ناواقف تھا کہ کشف القبور ممکن ہے اورشیخ ومرید کا ایک زمانہ نہ ہونے کے باوجود اکتساب فیض اوراجرائے سلسلہ ممکن ہے۔اورپھر حضور مدارالعالمین رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مطلب بھی سمجھ میں آگیا جوحضور ولی اکمل خلیفہ مدارالعالمین حضرت شیخ محمود کنتوری رضی اللہ عنہ کی فرمائش کرنا مدارالعالمین رضی اللہ عنہ سے کہ حضور اپنا شجرہ شریف تحریر کرادیجئے آپ نے فرمایا اُکْتُبْ اِسْمُکَ ثُمَّ اسمی ثُمَّ اسمی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ۔ پہلے اپنا نام لکھو۔ پھر میرا نام لکھو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھو۔

اسی طرح بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ نے مزار اقدس دادا خورشید احمد علیہ الرحمۃ والرضوان سے ڈائرکٹ اکتساب فیض کیا اور الحمدللہ اس خادم کو اس کی اجازت بھی عطا فرمائی۔

حضور بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ کی عبادت اور تقویٰ وطہارت دیکھ کر ایک گم گشتۂ راہ کا ہدایت یافتہ ہوجانا

سرزمین بہیڑی الجامعۃ العربیہ سید العلوم بدیعیہ مداریہ محلّہ اسلام نگر میں حضور قبلہ علیہ الرحمہ نے آخری دورہ کے درمیان ۲۶/دن قیام فرمایا اسی قیام کے دوران ہوا کچھ یوں کہ محلّہ میں ایک خلیل احمد نام کا شخص رہتا تھا اس شخص کی الٹی سیدھی باتوں سے لوگ خفا رہتے تھے اور یہ تصور کرتے تھے کہ وہ اچھا عقیدہ نہیں رکھتا ہے اس دورہ کے درمیان ایک دن صبح میں مدرسہ آیا اور بابا حضور کو تشریف فرما نہ پایا میں نے بابا حاجی ظہور احمد سے دریافت کیا کہ بابا حضور کہاں ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا خلیل احمد ٹھیکیدار بلا کر لے گئے ہیں انہیں کے گھر گئے ہیں میں ان کی الٹی سیدھی اور بدعقیدگی والی باتوں سے اچھی طرح واقف تھا میں گھبرا گیا اور الحاج بابا ظہور سے کہا جلد خلیل احمد ٹھیکیدار کے گھر جاؤ اور بابا حضور علیہ الرحمہ کو بلا کر لاؤ کہیں وہ آپ سے غلط سلط باتیں نہ کرے بابا ظہور احمد صاحب گئے اور کچھ دیر بعد بغیر بابا حضور کو لئے مدرسہ واپس آگئے میں نے بابا ظہور احمد صاحب سے سوال کیا کہ آپ گئے نہیں انہوں نے کہا گیا تھا مگر ٹھیکیدار اور ان کی اہلیہ تو بابا کے دست حق پرست پر مرید ہو رہے ہیں مجھے نہایت مسرت وشادمانی کے ساتھ تعجب بھی ہوا کہ یہ کیسے ممکن ہوا۔ ایک دن میں نے ٹھیکیدار سے پوچھا کہ آپ تو دن رات پیروں کی برائی کرتے تھے آخر کرشمہ کیا ہوا کہ آپ بابا حضور کے مرید ہوگئے۔ تو انہوں نے بیان کیا کہ امام صاحب میں آپ کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں اور روز مدرسہ میں دیکھتا ہوں لوگوں کا اژدھام بابا حضور کے اردگرد جمع رہتا ہے رات کے بارہ ایک بجے تک بھیڑ بھاڑ کا ماحول رہتا ہے بابا حضور دو بجے سے پہلے نہیں سو پاتے ہوں گے رات میں سویا اور آنکھ جلد کھل گئی میں مسجد چلا آیا تو دیکھا کہ بابا حضور مسجد میں مصلے پر عبادت میں مصروف ہیں میں نے سوچا کہ بابا حضور کے پاس سے ابھی کچھ دیر پہلے ہی لوگ گئے ہوں گے تو بابا حضور سوتے کس وقت ہیں صبح سے رات کے ایک بجے لوگوں کا اژدھام اور پھر بقیہ رات عبادت کرتے گذارنا میں نے اسی رات فیصلہ کیا کہ سارے پیر ایک طرح کے نہیں ہیں یہ پیر کامل اور اللہ والے ہیں ان سے اچھا پیر نہیں ملے گا اور میں صبح کو حضرت کے دست اقدس پر مرید ہوگیا اور اپنے پرانے خیالات وعقائد سے توبہ کرلی۔

(صاحب جمال مداریت کے کشف وکرامات)

حضرت کا وصال شریف ۱۴/جنوری ۱۹۹۶ء مطابق ۲۲/شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ بروز اتوار ہیلٹ اسپتال کانپور میں دن کے دس بجکر بیس منٹ پر ہوا۔ چوں مرگ آمد حکیم ابلہ شود۔ کے مطابق ڈاکٹروں نے آپ کے شکم شریف کا آپریشن کیا اور یہ کہتے ہوئے فی الفور اس کو بند کردیا کہ ان کی پوری باڈی سڑ گئی ہے ان کو انتقال کے بعد باقاعدہ غسل مت دینا اور جسم پر ہاتھ نہ لگانا ورنہ کھال ہاتھ میں آجائے گی القصہ مختصر آپ کے جسم اقدس کو مکن پور شریف لایا گیا اور سنت نبوی کے مطابق غسل دیا جانے لگا حضور فاتح اجمیر حضرت علامہ ڈاکٹر سید محمد مرغوب عالم علیہ الرحمہ غسل دینے والوں میں شامل تھے اور میں بھی موجود تھا حضور فاتح اجمیر علیہ الرحمہ نے مجھے آواز دی مولانا خلیق ادھر آؤ اور بابا حضور کو غسل دو میں غسل دینے میں شریک ہوگیا مجھ سے کہا جسم اطہر کو خوب خوب رگڑ رگڑ کر غسل

دو کھال نہیں اترنے والی یہ اللہ کے مقرب ولی کا جسم اقدس ہے ڈاکٹر نے پاگل پن میں کہہ دیا ہے کہ جسم کو ہاتھ نہ لگانا کھال ہاتھ میں آجائے گی بخدا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جتنا ہاتھوں سے مل مل کر غسل دیا جارہا تھا اتنا اتنا نکھار آتا جارہا تھا اور نورانیت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا بعد غسل تکفین ہوئی اور دمال شریف میں نماز جنازہ ادا کی گئی جنازہ شریف کے گشت کے بعد تدفین کا عمل شروع ہوا۔ ولی کامل عارف باللہ شیر بیشۂ مداریت حضرت العلام ڈاکٹر سید محمد مرغوب عالم صاحب جعفری المداری فاتح اجمیر علیہ الرحمہ اوران کے ہمراہ غالباً مجھے کچھ شبہ ہورہا ہے حضور قبلہ وکعبہ سید عظیم الباقی علیہ الرحمہ قبر شریف میں اتارنے کیلئے قبر میں اترے اور قبر میں لٹاکر حضور فاتح اجمیر نے بآواز بلند قبر شریف سے آواز لگائی کہ مولانا خلیق اور تمام لوگو! قریب آؤ دیکھو کتنی بھینی بھینی خوشبو قبرانور سے آرہی ہے میں بھی قرب قبرانور کے قریب ہوا اور لوگ بھی قریب ہوئے اور وہ خوشبو لوگوں نے سونگھی اللہ گواہ ایسی پیاری اور انوکھی خوشبو نہ میں نے اس سے پہلے سونگھی اور نہ اس کے بعد آج تک سونگھی ہے۔ یہ شان ولی ہے جو اپنی زندگی میں بھی دکھاتے رہے اور بعد وصال بھی دکھارہے ہیں الغرض میں حضور فاتح اجمیر علیہ الرحمہ کے ساتھ رہتا تھا اوراجلاس کی نظامت بھی کرتا تھا بعد تدفین حضور فاتح اجمیر علیہ الرحمہ کے در دولت پر پہنچا کھانا تناول کیا اور کھانے کے بعد ہم بیٹھے ہوئے تھے تبھی ولی کامل عارف باللہ سید عظیم الباقی صاحب علیہ الرحمہ نے مجھ سے ایک سوال کیا کہ مولانا خلیق تم بابا حضور کے ساتھ کافی وقت رہے ہو یہ بتاؤ کہ کبھی کبھی بابا حضور کا مزاج تلخ ہوتا تھا اور بات بات پر لوگوں کو ڈانٹ دیتے تھے ایسا کب ہوتا تھا میں نے کہا حضور میں تو خادم تھا اور خادم کی اتنی جرأت کہاں تھی بڑے بڑے علمائے دین ومفتیان کرام تو بابا حضور سے سوال کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ میری کیا اوقات تو حضرت نے فرمایا کہ مولانا آج بابا حضور پردہ فرما گئے ہیں آج میں بابا کے اس راز سے پردہ اُٹھاتا ہوں۔ حضرت فرمانے لگے مولانا تمہارے بابا بلاناغہ سرکار دوعالم نور مجسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار فرماتے تھے اور جس دن کسی وجہ سے دیدار نصیب نہ ہوتا تھا اس دن بابا حضور کے مزاج شریف میں چڑچڑاپن ہوتا تھا اور بات بات پر لوگوں کو ڈانٹ دیتے تھے یہ تھی شان جلالت ومقام ومرتبہ بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ کا۔ حضور بابائے قوم وملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے صدقہ میں ہمیں بھی خواب میں دیدار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو۔

خادم کا ایک سچا خواب

الحمدللہ میری اولاد میں پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے اس وقت تک جب خواب میں میرے بابا حضور علیہ الرحمہ تشریف لائے تو میری چار بیٹیاں تھیں فقط بیٹا کوئی نہیں تھا ہر صاحب اولاد جانتا ہے کہ جس کے بیٹیاں ہی بیٹیاں ہوں بیٹا نہ ہو اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ کاش اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے ایک ہی بیٹا دیدے میری بھی خواہش تھی۔ مصرع۔ جاگ اٹھا مقدر مرے خواب کا۔ کے مصداق حضور بابائے قوم وملت خواب میں تشریف لائے اور فرمایا خلیق اس بار تمہارے گھر بیٹا پیدا ہوگا میں نے صبح کو ہی اپنی اہلیہ سے کہہ دیا کہ بابا حضور نے خواب میں بیٹے کی بشارت دی ہے۔ ہمچوں شد۔ ایسا ہی ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ایک پیارا سا بیٹا عطا کیا میں نے اس کا نام نادر حسین رکھا اور آج وہ بیٹا عالم دین ہے اور مولانا نادرالخلیق مصباحی مداری کے نام سے موسوم ہے۔

وصال شریف سے قبل وصال کا اعلان

جمادی المدار کی ۷ ار تاریخ ۱۴۱۷ھ کا زمانہ قل شریف کی مبارک ومسعود رات ہے حضور بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ

تشریف فرما ہیں مجھے خلافت عطا فرماتے ہیں سر پر دستار خلافت باندھتے ہیں اور میرے بعد حضور فاتح اجمیر علیہ الرحمہ کو آواز دیتے ہیں مرغوب ادھر آؤ اور فاتح اجمیر علیہ الرحمہ کو دستار خلافت باندھنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو فاتح اجمیر نے عرض کیا چچا جان ابھی نہیں آئندہ سال دستار بندی فرما دیجئے گا ۔تو حضور بابائے قوم وملت نے بھرے مجمع میں ارشاد فرمایا کیا میں آئندہ سال تک بیٹھا رہوں گا ۔یعنی میں وصال کر جاؤں گا اور ایسا ہی ہوا کہ آپ تین ماہ بعد ۱۴؍ جنوری ۱۹۹۶ء مطابق ۲۲؍ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ بروز اتوار دن کے دس بجکر بیس منٹ پر ہیلٹ اسپتال کانپور میں وصال فرما گئے ۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ مختصر مقالہ میری ذاتی یادداشت پر مشتمل ہے اگر اللہ تعالیٰ نے میری صحت سلامت رکھی تو انشاء اللہ تعالیٰ مکمل سوانح حیات تحریر کروں گا اگر سہواً کچھ غلطیاں ہوگئی ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے عفو وکرم سے معاف فرمائے اور مختصر سی کاوش کو قبول فرمائے (آمین)۔

خاکپائے ولی

(الحاج مولانا) خلیق احمد مداری

خادم الجامعۃ العربیہ، سید العلوم بدیعیہ مداریہ

محلہ اسلام نگر، بہیڑی ضلع بریلی، اتر پردیش، انڈیا

ایک دل آویز محبت نامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج ہمایوں

اسلامک صحافتی کام کی منظوری وہ بھی موجودہ دور میں یقیناً عنقاء یابی کے مترادف ہے؛ لیکن یہ بھی ایک عالمی تاریخی حقیقت اور دستاویزی صداقت ہے کہ قلمی لسانی قدمی مالی اور حالی کسی بھی قسم کی خدمت دین پاک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخلصین نے جب بھی اپنے قدوم کو حرکت دی ہیں تو اللہ رب العزت نے انہیں شرف کامیابی عطا فرمائی ہے۔

مجھے اس اعتراف سے کچھ بھی مانع نہیں ہے کہ آپ نے صرف سلسلۂ عالیہ مقدسیہ مداریہ ہی کی خدمت نہیں کی ہے بلکہ آپ کی ذات وہ مجمع المحاسن والکمالات ذات ہے جس نے وقت کی نبض پر اپنا دست مسیحائی رکھا ہے اور حسب ضرورت دین ومذہب لسان وادب اور سماج ومعاشرہ کی بھی بے لوث مخلصانہ خدمات انجام دی ہیں ۔اور یہ اعتراف بھی مکمل مبنی پر دیانت ہے کہ آپ کے اندر ان تمام خدمات کی انجام دہی کا حوصلہ وقوت ودیعت فرمانے والی ذات اللہ رب العزت کی ذات اقدس ہے جسے ہم حضور سیدنا سرکار مدار العالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عنایت خاص اور نظر التفات یقین کرتے ہیں۔

سہ ماہی ’’رہبر نور‘‘ سے متعلق آپ کو کسی کی ابتداء میں مبتلاء ہونے کی کوئی ضرورت نہیں آپ فقیر منظری مداری کے بشمول سلسلہ کے جس عالم دین کو بھی رہبر نور کے لئے آواز دیں گے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور لبیک کہے گا ۔یہ ہمارے لئے سجدۂ شکر ادا کرنے کا مقام ہے کہ اس دور قحط الرجال اور تن پروری میں بھی آپ جیسا مرد آہن مداریت کے پلیٹ فارم سے صحافتی کام انجام دے رہا ہے اور اندھیری رات کے مسافروں کے لئے شمع فروزاں روشن کئے ہوئے ہے ۔آپ صرف سید مقتدیٰ حسین جعفری مداری نہیں ہیں بلکہ واقعتاً لفظا اور معنا دونوں طرح سے ہمارے مقتدیٰ ہیں ۔اللہ کریم آپ کو مزید قوت حیدری اور جذبۂ حسینی عطا فرمائے۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

والسلام

دعاء گو ودعاء جو

محمد حبیب الرحمٰن علوی منظری المداری

خادم درس وافتاء

جامعہ عزیزیہ اہل سنت ضیاء الاسلام

جھراؤں شریف، سدھارتھ نگر، یوپی

بابائے قوم وملت حضور سید محمد ولی شکوہ

ایک اسم بامسمّٰی شخصیت

از قلم: مفتی سید نثار حسین

آپ کا اسم گرامی: سید ولی شکوہ نام کی طرح پوری معنویت آپ کے اندر پائی گئی۔ شان وشوکت ولایت آپ سے خوب ظاہر اور واشگاف ہوئی۔

ولــــی: ولاء سے بنا ہے جس کا معنیٰ قرب اور نصرت ہے اور یہ لفظ ولی نزدیکی، دوستی، محبت کرنے والا۔ ملکیت، رشتہ داری، مددگار۔ پڑوسی۔ حلیف۔ تابع، منتظم، نگراں۔ وغیرہ کے معنیٰ میں آتا ہے۔ (المنجد)

شکوہ: کے معانی۔ شان وشوکت۔ حشمت، وقار، کروفر، دبدبہ، وغیرہ۔ (فیروز اللغات)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکۃ الآرا تفسیر مظہری میں ولی کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ الولاء والمتوالی کے معنیٰ اس طرح ہیں:

ان یحصل شیئا فصاعدا

حصولا لیس بینهما مالیس منها

دو یا زیادہ چیزوں کا براہ راست بلا واسطہ تعلق واتصال ویستعار للقرب من حیث المکان ومن حیث النسبة. ومن حیث الدین . ومن حیث الصداقة .والنصرة والاعتقاد مجازاً اس سے مراد قرب ہے خواہ مکانی ہو یا نسبی نسبت کے لحاظ سے ہو۔ خواہ دینی ہو یا بحیثیت دوستی ہو، یا بطور مددگار کے ہو۔ یا اعتقادی اعتبار سے ہو۔ لفظ ولی ان تمام معنوں پر محیط ہے لکھتے ہیں کہ قاموس میں ہے:

الولیُ. القربُ. والدُّنُوُ. وَالوَلِیُّ اسمٌ منهُ بِمَعْنَى القَرِیْبِ. والمَحَبَّةُ وَالصَّدِیْقُ.وَالنَّصِیْرُ.

یعنی ولی کامل کا معنیٰ قرب اور نزدیکی ہے ولی اس سے اسم ہے جس کے معنیٰ قریب، محبت کرنے والا۔ دوست اور مددگار کے ہیں۔ (تفسیر مظہری، ج۶،ص:۳۸)

قرب، یوں تو ہر شخص بلکہ ہر چیز کا اللہ تعالیٰ سے قرب ہے، جس کی کیفیت نہیں جانی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ.

(یعنی ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس (بندہ) سے قریب ہیں) میں اسی قرب کی طرف اشارہ ہے۔

مظہری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اسی قرب کی وجہ سے یہ کائنات، ہستی کا جامہ پہنتی اور دائرہ وجود میں آتی ہے اگر یہ قرب نہ ہوتا تو کوئی وجود کی بو بھی نہ سونگھ سکتا۔

دوسرا قرب وہ ہے جو صرف خاص بندوں کو میسر ہے۔ وذٰلِکَ قُرْبُ الْمُحَبَّةِ ۔ اسے قرب محبت کہتے ہیں۔ علامہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وَیَتَمَثَّلُ هٰذَا الْقُرُبُ فِی عَالَمِ المِثَالِ بِنَظْرِ الکَشْفِ

بَصُورَةِ القُربِ الجسمانی. یہ قربِ محبت، عالم مثال میں اہل کشف کو قرب جسمانی کی شکل میں نظر آتا ہے۔ (ایضاً)

قرب محبت کے بیشمار درجے اور بے حد وحساب مراتب ہیں جس کی طرف بہت سی احادیث مشیر ہیں۔

اللہ پاک اپنے بندوں کو نہ صرف اپنا قرب خاص عطا فرماتا ہے بلکہ انہیں بلند مقامات بلند شانیں بھی عطاء فرماتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے اللہ پاک فرماتا ہے میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں، جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور عطا فرماتا ہوں اور اگر کسی چیز سے میری پناہ چاہے تو میں اسے ضرور پناہ عطا فرماتا ہوں۔

(بخاری ، کتاب الرقاق ، باب التواضع)

ایسے ہی باعظمت افراد کی ترتیب سے مزین ذات گرامی بابائے قوم وملت کی ہے۔ آپ صاحب تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہنے والے اور اس کے نور جلال کی معرفت میں مستغرق رہنے والے تھے۔

کیونکہ ایک اللہ والے کی شان ہی یہ ہوتی ہے جب دیکھے قدرت الٰہی کے دلائل کو دیکھے اور جب سنے اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثناء کے ہی ساتھ بولے اور جب حرکت کرے اطاعت الٰہی میں کرے اور جب کوشش کرے تو اسی کے کام میں کوشش کرے جو قرب الٰہی کا ذریعہ ہو، اللہ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشم دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے، یہ صفت اولیاء کی ہے، بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اللہ رب العزت اس کا ولی و ناصر اور معین ومددگار ہوتا ہے۔

علماء کرام نے ''اولیاء اللہ کی کثیر علامات بیان فرمائی ہیں متکلمین یعنی علم کلام کے علماء کہتے ہیں ولی وہ ہے جو سچ اور دلیل پر مبنی اعتقاد رکھتا ہو اور شریعت کے مطابق نیک اعمال بجالاتا ہو۔

بعض عارفین نے فرمایا کہ ولایت قرب الٰہی اور ہمیشہ اللہ رب العزت کے ساتھ مشغول رہنے کا نام ہے جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شئی کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آئے یہ حقیقت امر ہے کہ اللہ والے کی شان یہ ہوتی ہے **التعظیم لامر اللہ ، والشفقة علیٰ خلق اللہ** اللہ تعالیٰ جل شانہ کے احکام کی تعظیم، اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو حکم بندے کے اوپر عائد ہوتے ہیں ان کی تکریم اور ان کی تعظیم کرنا یعنی ان کو تعظیم وتکریم کے ساتھ بجالانا۔ **والشفقة علی خلق اللہ** ۔ اللہ کی مخلوق کے ساتھ شفقت سے پیش آنا مخلوق کے ساتھ رویے خوبصورت ہونا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو خوبصورتی کے ساتھ ادا کرنا یہ وصف بابائے قوم وملت میں خوب تر موجود تھا۔

ارباب معرفت فرماتے ہیں حقیقی صوفی وہی ہوتا ہے جو اپنے رب کے حقوق کی پاسداری کرے اور لوگوں کو اذیت نہ پہنچائے۔ لوگوں کے حقوق کا بھی پورا خیال رکھے اس کا وجود ضرر کا سبب نہ ہو اور لوگوں کے لئے راحت اور رحمت کا ذریعہ ہو، زحمت کا سبب نہ ہو، گمراہی کا سبب نہ ہو اور یہ تمام صفات آپ میں پائی جاتی تھیں۔ **الحمدللہ**۔

آپ کے معاصرین بزرگ سادات ، علماء ومشائخ نے آپ کی ذات مجمع الصفات کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا اور جب بھی انہیں یاد کیا خیر وتعظیم سے یاد کیا۔ مرشد گرامی حضور سرکار مہدئ ملت حضرت سید انوار مہدی میاں جعفری مداری رحمۃ اللہ علیہ، حضور بابائے قوم وملت رحمۃ اللہ علیہ کے

معاصر بزرگوں میں سے تھے، آپ بہت خوش ہوکر بابائے قوم وملت کا ذکر فرماتے تھے، دونوں حضرات ایک ہی استاد کے شاگرد تھے۔ اوائل عمر کا وافر حصہ ساتھ ہی گذرا بابائے قوم وملت کا ذکر جب بھی حضور مہدیٔ ملت کے روبرو ہوتا تو بہت سی باتیں بیان فرماتے تھے۔

عظیم المرتبت حضرت علامہ الحاج سید عظیم الباقی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سی باتیں سنیں جو شعبۂ کرامت سے تعلق رکھتی ہیں۔ بابائے قوم وملت رحمۃ اللہ علیہ حضور سیدنا مدار العالمین رضی اللہ عنہ سے جس طرح ظاہری نسبتوں سے مالا مال تھے اسی طرح خاص نسبت روحانی اویسیت سے بھی سرفراز ہوئے۔ اور آپ اویسی تھے، حضور سرکار قطب المدار رضی اللہ عنہ سے اور حضور نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام سے بھی جیسا کہ میں نے مذکور الصدر بزرگ محترم سے سنا۔

نسبت اویسی: وہ نسبت جو کسی ظاہری شیخ ومرشد کے بجائے بلا واسطہ فیض اللہ رب العزت اور اس کے رسول علیہ السلام سے حاصل ہو۔

اس کو سمجھانے کیلئے حضرت سیدنا غوث العالم سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ: اللہ رب العزت کے ولیوں میں سے کچھ حضرات وہ ہیں جنہیں بزرگان دین مشائخ طریقت اویسی کہتے ہیں ان حضرات کو ظاہر میں کسی پیر کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ عنایت میں بذات خود ان کی تربیت وپرورش فرماتے ہیں اس میں کسی اور کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا ہے جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو تربیت دی تھی یہ مقام اویسیت نہایت اونچا، روشن اور عظیم مقام ہے کس کی یہاں تک رسائی ہوتی ہے اور یہ دولت کیسے میسر ہوتی ہے بموجب آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کا مخصوص فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل والا ہے، مزید فرماتے ہیں:

شیخ بدیع الدین الملقب شاہ مدار نیز اویسی بودہ اند وبسے مشرب عالی داشتند وبعضے علوم نوادر از ہیمیا، وکیمیا، وریمیا، از ایشاں معائنہ شد کرنا دراز یں طائفہ کسے را باشد شیخ بدیع الدین ملقب بہ شاہ مدار بھی اویسی ہوئے ہیں نہایت ہی بلند مرتبہ ومشرب والے ہیں بعض نوادر علوم جیسے ہیمیا، سیمیا، کیمیا، ریمیا، ان سے مشاہدہ میں آئے ہیں جو اس گروہ اولیاء میں نادر ہی کسی کو حاصل ہوتا ہے۔

یہ جو بارگاہ رسول سے کوئی دور اور کوئی قریب ہے
یہ سب اپنی اپنی ہیں قسمتیں یہ سب اپنا اپنا نصیب ہے

بے شک اللہ والوں کی شان نرالی ہوتی ہے۔ بابائے قوم وملت علیہ الرحمہ نے اپنے اسلاف سے وہ نعمت عظمیٰ پائی جو بے شک سالکین کے لئے قابل رشک اور باعث فخر وناز ہے یہ کرم اور نوازش آپ پر حضور سیدنا مدار العالمین رضی اللہ عنہ کی ہے جو خدا تعالیٰ نے یہ کمال عطا کیا کہ آپ مہر تاباں کی طرح درخشاں نظر آتے ہیں۔ بابائے قوم وملت خود فرماتے ہیں:

دم دم بہ ہر قدم ہمہ دم دم مدار ما
باطالبان مرشد کامل مدار ما
قلب ونظر کو اپنی طلب سے سوا ملا
پایا رخِ مدار پر جلوہ جوذات کا
یہ کہہ کے جذب شوق نے سر کو جھکا دیا
دم دم بہ ہر قدم ہمہ دم دم مدار ما
تیری کرم نوازی کا کوئی نہیں شمار
جس پر ہے آخرت کی بھلائی کا انحصار
مالک وہ تو نے ہم کو وسیلہ عطا کیا
دم بہ ہر قدم ہمہ دم دم مدار ما

☆☆☆

بابائے قوم حضرت سید ولی شکوہ مداری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور اخلاقی پہلوؤں کا سرسری جائزہ

از قلم:۔ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری المداری

شخصیت کو (انگریزی میں: Personality) بولتے ہیں۔ شخصیت کی ایک جامع تعریف کرنا بہت مشکل ہے۔ سادہ الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی انسان کی شخصیت اس کی ظاہری و باطنی اور اکتسابی وغیر اکتسابی خصوصیات کا مجموعہ ہے۔

شخصیت فرد کے ذہنی، جسمانی، شخصی، برتاؤ، رویوں، اوصاف اور کردار کے مجموعہ کا نام ہے۔ بالفاظ دیگر اگر سہل انداز میں شخصیت کی تعریف کی جائے تو یہ انسان کے ظاہری و باطنی حسن وصفات طیبات، نظریات اخلاقی اقدار، افعال، احساسات اور جذبات سے منسوب ہے۔ ظاہری حسن و جمال وقتی طور پر کسی کی توجہ تو مبذول کر سکتا ہے لیکن کردار کا دائمی حسن ہی انسان کو زندہ جاوید بناتا ہے۔ تعمیر کردار میں فکر و نظریات کا کلیدی رول ہوتا ہے۔ اس لئے شخصیت کا دارومدار عموماً کسی کے ظاہر سے نہیں بلکہ اس کے باطن سے ہوتا ہے، جو اس کی حقیقی فطرت اور اس کا طرز زندگی اور اس کی فکر و خیال اور سیرت و کردار پر محمول ہوتا ہے۔

آج ہم ایک عظیم و محبوب ہستی حضرت بابا ولی شکوہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کا ذکر جمیل کرنے جا رہے ہیں۔ اس خاک دانِ گیتی میں بے شمار لوگ نمونۂ خلقت بن کر تشریف لائے اور پھر ایک دن بموجب کل نفس ذائقة الموت اس جہانِ فانی سے رخصت بھی ہو گئے اور یہی سلسلہ تا قیامت چلتا رہے گا۔ لیکن کچھ نفوس قدسیہ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اس عالم سے روانہ ہونے کے باوجود اپنے حسن سیرت، حسن اخلاق، مروت و محبت، زہد و تقویٰ علم و فضل اور اپنی خداداد صلاحیتوں اور خدمات جلیلہ و جمیلہ کے نہ مٹنے والے نقوش لوگوں کے قلوب و اذہان پر ثبت کر جاتے ہیں۔ ان ہی خوش نصیب و سعادت مند حضرات میں پیکر زہد و تقویٰ، صاحب مقامات بلند، بحر العرفان، سخی ابن سخی، کریم ابن کریم، محبوب الخلائق، مقبول عوام و خواص حضور سیدنا بابا ولی شکوہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔

عظیم ہیں وہ ہستیاں کہ جن کی شخصیت کی تصدیق ان کی بہت سی خوبیوں اور صفات سے ہوتی ہے۔ ایک شخصیت کی خوبیاں اگر معاشرے کے کسی بھی شعبے کی خدمت کر دے اور خدمت کا سلسلہ بھی طویل تر ہو جائے تو وہ شخص پھر عظیم ہستی کی صورت اپنی پہچان بنا لیتا ہے۔ اس کا قلم تخیل وسیع تر موضوعات پر چلتا رہتا ہے۔ اس کی فکر میں کائنات عالم کا جمال جلوہ فگن ہوتا ہے۔ اس کے ذہن پر خلّاقِ کائنات کے حسین اسماء و صفات کاملہ کے جلووں کا پہرا رہتا ہے۔ ایسی ہستیاں اپنی تخلیقی ذہن سازی سے پھر وہ کام کر جاتی ہیں جن کی وجہ سے معاشرے سے لے کر ملکوں، ملکوں ان کی شخصیت اور ذات کا شہرہ ہو جاتا ہے۔ ہم؛ ذکر کر رہے ہیں مکن پور شریف کی اس عظیم شخصیت کا جو ہر کہ ومہ کے دل پر راج کرتا تھا، جو سب کا محبوب و محترم تھا، جو سب کی پسند تھا، جو سب کی چاہت تھا، بلکہ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہر دل کی دھڑکن تھا۔ وہ جدھر اپنی نگاہ لطف و کرم ڈال دیتا تھا لوگوں کے دل ادھر ہی کھینچے چلے جاتے تھے۔ وہ ایسا مرد کامل اور روح رواں تھا جو لوگوں کی توجہات کا مرکز و محور بنا رہتا تھا۔ ہم ذکر کر رہے ہیں اس بابائے قوم ملت حضرت سیدنا سید محمد ولی شکوہ رحمہ اللہ کا جس کی شخصیت کا وقار سلسلۂ عالیہ مداریہ کا وقار بن گیا تھا۔

آپ کا نام نامی جب بھی لوح ذہن پر ابھرتا ہے تو آپ کا علمی وقار، حسن سادگی، شان استغناء، اوصاف کریمانہ اور شخصیت کا

جمال نگاہ تصور میں چھا جاتا ہے۔آج ہم حضرت بابائے قوم وملت سید ولی شکوہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے ظاہری و باطنی حسن صفات ، معمولات طیبات ،نظریات ، اخلاقی اقدار ، افعال حسنہ ، احساسات ، اور آپ کے جذبات پر کچھ گفتگو کرنے کی جسارت کر رہے ہیں اور آپ کی ایک ایسی حقیقی اور معنوی تصویر پیش کرنے جا رہے ہیں جو آپ کی شخصیت کی مکمل آئینہ دار ہوگی۔ہم آج آپ کے ذہنی ، جسمانی ، شخصی جمال وکمال ، اور اخلاقی بلندی برتاؤ ، رویئے ، اوصاف حمیدہ وسیرت وکردار کے ان پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں۔ جس سے آپ کی شخصیت جبینِ کائنات پر ابھر کر تابندہ نظر آتی ہے۔

آپ کی پیدائش بابائے قوم وملت کی پیدائش ملک کی آزادی سے قبل بروز شنبہ مارچ 1929 کی اس ساعت ہمایوں میں ہوئی جس میں پیدا ہونے والے بچے کائنات کے افق پر ناموری کی تاریخ رقم کرتے ہیں اور اپنے فیاضانہ سیرت وکردار کے نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔آپ کے والد گرامی حضرت مولانا سید علی شکوہ رحمہ اللہ تعالیٰ مکنپور شریف کے بہت ہی متمول وفیاض اور شہرت یافتہ بزرگ تھے۔ کثیر المریدین شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ سلسلۂ عالیہ مداریہ کے باوقار اور پرشکوہ اولیاء اللہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔آپ عارف کامل اور متقی ومرتاض تھے۔آل رسول ہونے کی وجہ سے شخصیت کا جمال نہایت ہی پرکشش اور پرنور تھا لمبا قد ، کشادہ پیشانی اور عریض سینہ روئے منور کو مزید پرنور بنا دیتے تھے۔ آل رسول اور علی زادہ ہونے کی وجہ سے جدھر تشریف لے جاتے آپ ہی آپ دکھائی پڑتے۔مشیخت کے مسند پر جب آپ جلوہ بار ہوتے تو شکوہ حیدری کے ائینہ دار نظر آتے تھے ۔صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ شریعت مطہرہ کے نہایت ہی پابند ، محبت رسالت سے معمور ، حضور قطب المدار بدیع الدین زندہ شاہ مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت بڑے شیدائی ، دین حنیف کے احیاء پر کمر بند۔بلندی اخلاق اور طہارت وتقدس کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے۔آپ کی فیاضی شہرت پذیر تھی۔ درگاہ معلیٰ اور خانقاہی شاہی جامع مسجد کے طویل وعریض صحن میں اس زمانے میں آپ نے ہزاروں کی مالیت کا ٹین شیڈ ڈلوایا تھا جب لوگوں کے پاس زر کی نہایت قلت تھی۔ آپ کے والد گرامی یعنی بابا صاحب کے جدامجد حضرت سید عابد علی ابن سید جرأت علی بیر یار حمہما اللہ تعالیٰ بھی اپنے وقت کے جلیل القدر ولی اللہ گزرے۔بابائے قوم کو شان محبوبیت بھی حاصل تھی مخلوق میں آپ کو قبولیت عامہ حاصل تھی بابائے قوم انفرادی شان کے مالک اس خاکدانِ گیتی پر لوگوں کے آنے جانے کا سلسلہ جاری ہے۔جو یہاں آیا ہے بالآخر اسے جانا ہی پڑے گا لیکن کچھ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو وقت کی پیشانی کا وقار بن کر دوسروں کیلئے نمونۂ حیات بن جاتی ہیں۔یہ وہ شخصیات ہیں جو فکر وآگہی ، تعلیم وتعلم ، دعوت وتبلیغ ، خلوص وللّٰہیت ، احسان وسلوک ، رشد وہدایت اور تقویٰ وتقدس کی شعاعوں میں لپٹی ہوتی ہیں۔حضور بابائے قوم کی شخصیت پر جب ہم نظر غور ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس مرد قلندر کی ذات گرامی میں درج بالا تمام خوبیاں سمٹ کر آ گئی تھیں ، کسے خبر تھی کہ ایک سادہ صفت شہزادہ اوصاف وکمالات کی اتنی بلندیوں پر اپنا نشیمن تعمیر کرے گا۔جس کی بارگاہ فضل وعرفان میں بڑے بڑے لوگ کشکول تمنا لیئے ہاتھ باندھے کھڑے ہوں گے ، جہاں سے تقویٰ وتصوف کا جام چھلکے گا۔شعور وآگہی کا اجالا پھوٹے گا ، معانی وبلاغت کی شعاعیں نمودار ہوں گی ، زبان وادب کے چشمے ابلیں گے اور ایک عالم سیراب ہوگا۔سرزمین مکنپور شریف میں ایک ایسی انفرادی شان کے مالک تھے بابا ولی شکوہ قدس سرہٗ ، جب آپ بولتے تھے تو تصوف واحسان کی خوشبو پھوٹتی تھی ، جب آپ علماء و

مشائخ کی مجلس میں جلوہ بار ہوتے تو آپ ہی صدر انجمن نظر آتے تھے، جب آپ کسی موضوع پر گویا ہوتے تو دقائق ونکات کے گوہر لٹاتے ،جب آپ راستہ چلتے تو لگتا تھا کہ واقعی کوئی نبی زادہ آرہا ہے، جب آپ اپنے حجرے میں جلوس فرما ہوتے تو تقویٰ وتقدس اور زہد وقناعت کی سراپا تصویر نظر آتے ، ہر ملنے والا یہی بولتا تھا کہ یہ میرے بابا ہیں، پوری زندگی دین وسنیت اور مذہب وشریعت میں وقف تھی۔ جامعہ مدار العلوم مدینۃ الاولیاء کے طلبہ واساتذہ سے انتہائی محبت فرماتے۔ پابندی کے ساتھ بعد نماز عصر کچھ دیر کیلئے جامع مسجد میں میرے حجرے میں تشریف فرما ہوتے اور بے پایاں محبتوں اور شفقتوں سے نوازتے ،آپ کے پاس ہر بیٹھنے والا یہی محسوس کرتا تھا کہ بابا صاحب مجھ ہی کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔

بابائے قوم پیکر زہد وتقویٰ

حضور سیدنا بابا ولی شکوہ علیہ الرحمہ کو میں نے بہت قریب سے دیکھا اور آپ کی صحبت میں پانچ سال تک ہمنشینی کا شرف حاصل کیا ۔آپ کا زھد وتقویٰ کمال درجے کا تھا۔کبھی بھی جادۂ شریعت سے ہٹ کر کوئی کام نہیں کرتے۔نماز پنجگانہ کے علاوہ اشراق، چاشت ،اوابین،اور تہجد معمولات میں شامل تھے۔کسی بھی کام میں سنت مصطفیٰ جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ملحوظ خاطر رہتی تھی اور ہمہ دم عشق سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں زندگی کے لمحات گزارتے۔حضور شیخ الھند سیدنا ومرشدنا سید ذوالفقار علی قمر مداری اور حضور ظہیر الاتقیاء سیدنا ومرشدنا سید ظہیر المنعم عرف ببن میاں علیہما الرحمۃ والرضوان جب کبھی کسی محفل میں بابا صاحب کے ساتھ جمع ہوتے تو ایسا لگتا تھا کہ آسمان سے تین فرشتے اتر آئے ہیں۔ الحمد للہ ناچیز ابوالحماد مکنپور شریف کے تمام بزرگوں کی محبتوں اور شفقتوں سے ممنون وممتاز رہا لیکن یہ تینوں حضرات خصوصی طور سے مجھ ناچیز سے بے حساب محبت فرماتے تھے اور مجھ پر مکمل اعتماد بھی کرتے تھے۔جب کبھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو مجھے ہی جواب کیلئے مدعو فرماتے۔اور حکم بجا آوری پر خوش ہو کر دعاؤں سے نواتے۔بابا صاحب اپنے ہم نشینوں میں سب سے بلند رتبہ نظر آتے تھے۔کبھی بھی اپنی زبان سے فحش الفاظ کا استعمال نہیں کرتے۔سیرت کے جمال سے ہر کوئی متاثر رہتا تھا۔ایک دن آپ کے آشیانے پر میں موجود تھا، خاص حضور بابائے قوم کے تخت کے ایک کونے پر بیٹھ کر دعائے بشیخ شریف کے ترجمہ کے تعلق سے کچھ بات چل رہی تھی بابا صاحب نے حکم دیا کہ اس کا سلیس اردو ترجمہ کر کے لاؤ۔اسی اثناء میں ایک شخص ہاتھ میں ایک اٹیچی لے کر آیا اور بابا صاحب کے پاس تخت پر بیٹھ گیا،اٹیچی کھولی اور بابا صاحب سے مخاطب ہوا،حضور یہ پوری اٹیچی روپیوں سے بھری ہے اسے قبول فرمالیں ۔کوٹھی گر رہی ہے اس کی مرمت کرالیں۔بابائے ملت نے فوراً ارشاد فرمایا کہ یہ روپے اپنے بچوں پر خرچ کرو میرے لیئے میرا اللہ کافی ہے ۔یہ کہکر اسے اچھی سے طرح ڈانٹ بھی دیا کہ مجھ سے بغیر پوچھے یہ جرأت کیسے کی۔میں نے بارہا دیکھا کہ گھر میں مہمان بھرے ہیں ان کیلئے اچھا کھانا پک رہا ہے لیکن بابا صاحب معمولی چٹنی اور موٹی روٹی پر ہی اکتفاء کرلیتے تھے۔سفر ہو یا حضر سفید کرتا،سفید صدری، سفید تہبند اور سفید قسم کی خاص ٹوپی اور سفید قسم کا رومال ہمیشہ یہی لباس آپ کیلئے مخصوص ہوتا تھا۔ میلے کپڑے آپ کے جسم پر میں نے کبھی نہیں دیکھے۔سادگی میں بھی قیامت کی ادا ہوتی تھی

بابائے قوم کی سادگی، استغناء اور شخصیت نوازی

حضور بابائے قوم وملت سیدنا ولی شکوہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا جب بھی ذہن میں تصور کرتا ہوں اور آپ کی یادوں کے دریچے کھلنے لگتے ہیں۔تو آپ کی سادگی، استغناء اوراپ کا ایثار، مجسم ہو کر سامنے آجاتا ہے اور آپ کی شخصیت نوازی پردۂ ذہن پر چھا جاتی ہے۔آپ بہت ہی پاک باز، پاک طینت، سادہ مزاج اور سادہ لباسی کا ایک پیکر تھے۔ہمارے بابا فکر وشعور کے سمندر تھے،آپ کی ذات کریمہ سے ہزاروں تشنگان تصوف وسلوک فیضیاب ہوئے۔آپ کا فضل وکمال ایسا تھا کہ بلندیاں سلامی دیں،لیکن آپ کی سادگی اور شگفتہ مزاجی قابل دید ہوتی تھی۔آپ کی سادگی سے رعب ٹپکتا تھا اور بے ریائی سے وقار پھوٹتا تھا۔آپ کے انداز فقیری سے بھی شاہانہ جلال جھلکتا تھا۔آپ کی شان بے نیازی سے علم وحکمت کے سرچشمے پھوٹتے تھے۔ان ہی اداؤں کو دیکھ کر علامہ انتخاب قدیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے عبقری عالم اور مناظر اعظم آپ کے مقدس ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دینے پر مجبور ہو گئے تھے۔آپ نے اپنی نگاہ کیمیا اثر سے نہ جانے کتنے دلوں کو کندن بنادیا تھا، دلوں کی خشک کھیتیوں کو سیراب فرمایا۔اس حقیقت سے میں انکار نہیں کرسکتا کہ علم وحکمت کے جس مقام بلند پر آپ نے اپنا آشیانہ بنایا تھا آپ کی جگہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو سیدھے منہ بات نہیں کرتا مگر آپ کی کسر نفسی پر میں قربان کہ میرا جیسا ایک معمولی آدمی بھی آپ کے یہاں وہی عزت پاتا جو بڑے بڑے علماء پاتے۔آپ کے یہاں عزت وتکریم کا معیار مساوی تھا۔سادہ مزاجی، سادہ بیانی اور سادہ لباسی آپ کی دستار کے وہ طرّے تھے جن پر ہزار رنگینیاں نثار۔آپ کی ذات والا صفات میں علم وعمل، تصلب واعتدال ،حکمت ودانائی، دلجوئی ودل آسائی، سادگی،توکل،خوش کلامی وخوش بیانی کا ایسا نورانی امتزاج تھا جو خود آپ کو روشن رکھتا تھا اور آپ کے ملنے والوں کو بھی پرنور کردیتا تھا۔یوں تو آپ کے اوصاف کریمانہ کو میں شمار نہیں کرسکتا لیکن یہ تین اوصاف آپ کی شخصیت سازی میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔مجھے بارہا آپ کے ظرف واستغناء کا نظارہ دیکھنے کو ملا۔فقر حیدری سے سرشار ہونے کے باوجود باباصاحب نے کبھی کسی اہل ثروت کے خطیر نذرانے کو قبول نہیں فرمایا۔ اور یہی جواب مرحمت فرمادیتے کہ میرے لیئے تو میرا اللہ کافی ہے۔سب کچھ راہ خدا میں لٹادینے کا جذبہ رکھتے تھے۔حضور مدار پاک رضی اللہ عنہ کی محبت رگ رگ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اس لیے کسی دنیا دار اور تاجدار کی دولت کو خاطر میں نہیں لاتے۔آپ کی ایک خوبی جو آپ کو امتیازی شان عطا کرتی ہے یہ تھی کہ آپ کی پوری حیات ہر قسم کے اختلاف وانتشار سے پاک رہی۔آپ کی خورد نوازی اور شخصیت نوازی سے ہر کوئی بہت متاثر تھا۔میں جب بھی آپ کے پاس جاتا تو مجھے بڑی محبتوں سے نوازتے اور محفل میں عزت کا مقام عطا فرماتے۔اکثر وبیشتر خاص دعاؤں سے نوازتے اور یہ جملہ بار بار ارشاد فرماتے کہ مفتی اسرافیل! آپ یاد رکھ لیں ایک دن زمانہ آپ سے فیضیاب ہوگا۔

حضور باباصاحب قدس سرہٗ کے یہاں علمائے دین کی بڑی قدر ہوتی تھی۔عرس مقدس کے ایام ہوں یا خالی دن ہوں، کانپور کے بڑے بڑے اکابر علمائے کرام آپ کے گھر مہمان ہوا کرتے تھے اور ان میں آپ امیر النخلہ کی طرح گھرے رہتے۔کوئی بھی عالم دین اگر کوئی سوال پیش کرتا تو آپ بہت سلیقے کے ساتھ علمائے کرام کو جواب دے کر مطمئن فرماتے تھے اور رخصتی کے وقت اپنی جیب خاص سے سارے علمائے کرام کو زر وزادراہ بھی عطا کرتے تھے۔

بابائے قوم اور اتباع شریعت

حضور بابائے قوم وملت بہت اچھے متبع شریعت تھے۔ اتباع شریعت آپ کی زندگی کا جزء لاینفک تھی۔ مجال نہیں کہ کوئی خلاف شرع امر سرزد ہوجائے یا آپ کے سامنے کوئی خلاف شرع کام کرجائے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات شرع شریف کی عملی تصویر تھی۔ آپ اپنے ہمعصروں میں نہایت ہی مقبول ومحبوب تھے۔ آپ کی زندگی کو مجھے بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ کی نشست وبرخاست ،آپ کی بودوباش، آپ کا طرز زندگی نمونۂ اسلاف تھا، معمولات حیات جادۂ شریعت سے کبھی منحرف نہیں ہوتے، مذاق تکلم صوفیانہ تھا۔ اور طور زندگی بھی صوفیانہ تھا۔ ہزاروں کے مجمع میں بھی آپ کی شان وعظمت الگ پیرائے میں دکھتی اور دیکھنے والوں کے لئے منظور نظر آپ ہی ہوا کرتے تھے۔ اتباع شریعت ہر حال میں ملحوظ رہتی تھی۔ بابائے قوم میں ریا ونمود کا جذبہ کبھی دیکھنے کو نہیں ملا۔ سادگی اور سادہ لوحی کے ساتھ اپنے ہی رب پر بھروسہ رکھنے والی ذات تھی بابائے قوم وملت کی ،اللہ کی ذات پر توکل بہت ہی مستحکم تھا، اور توحید باری تعالیٰ میں بہت ہی پختہ عقیدہ رکھتے تھے۔ حتی الامکان کوشش ہوتی کہ کبھی سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترک نہ ہوپائے۔ آپ کے یہاں بیٹھنے والوں میں دینداری اور دیانتداری کا جذبہ قائم ہوجاتا تھا۔

بابائے قوم کی چند نمایاں خصوصیات

یوں تو بابائے قوم پیکر اخلاق ومحبت تھے لیکن آپ کی خصوصیات میں سے سب سے اچھی خصوصیت یہ تھی کہ کبھی بھی اپنے رب سے غافل نہیں رہتے تھے، اور نہ کبھی فضول کے کاموں میں وقت گزارتے، ہنسی اور دل لگی ان کے سامنے کوئی کرہی نہیں سکتا تھا، تصنع اور تملق سے نفرت اور اخلاص وسادگی سے رغبت آپ کی حیات کے خاص عوامل تھے جن سے آپ کی زندگی میں خاص حسن پیدا ہوا۔ پاکیزہ کردار وعمل، عرفان وآگہی اور ایقان واتقان کی وجہ سے آپ اپنے ہمعصروں میں ممتاز نظر آتے تھے، آپ زندگی بھر لوگوں کے دلوں میں عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جوت جگاتے رہے اور شمع کی لو بڑھاتے رہے۔ نہ جانے کتنے تاریک دلوں کو شمع رسالت سے منور فرمایا اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست سے لگایا۔ آپ کا رعب لوگوں پر غالب رہتا تھا، آپ کی نشست کی بزم علماء ومشائخ میں ہی سجی رہتی تھی۔ سادات ومشائخ مکنپور شریف میں بڑی عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ شخصیت کی وجاہت سے شان حیدری ظاہری ہوتی تھی۔۔ بابائے قوم وملت تعمیری ذہنیت کے مالک تھے اور تخریبی ذہن والوں سے کوفت محسوس کرتے تھے۔ آپ نے جس کام کیلئے بھی کوئی داغ بیل ڈالی اس کے دوررس اور نفع بخش نتائج سامنے آئے۔ مکن پور شریف کی ادبی محفلوں اور علمی جلسوں کی صدارت آپ ہی فرمایا کرتے تھے۔ ذوقِ شاعری بابائے قوم ایک بہترین شاعر بھی تھے۔ شاعری آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔ آپ نعت ومناقب اور غزل میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے کچھ اشعار آپ کی کتاب جمال مداریت میں دیکھے اور پڑھے جاسکتے ہیں ۔ بابائے قوم کا توکل اور حزم واحتیاط باباصاحب کا توکل علی اللہ بہت ہی مستحکم تھا۔ اپنے رب کی ذات پر بھروسہ رکھتے تھے۔ قرآن حکیم میں اللہ کریم کا ارشاد ہے: {وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا ۔ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا} [سورۃ الطلاق/۶۵ آیۃ ۲-۳] ترجمہ: اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے سبیل نکال دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں جاتا۔ اور جو اللہ پر توکل کرے تو اللہ اس

کیلئے کافی ہے۔ بیشک اللہ اپنے امر کو پورا کرنے والا ہے، بیشک اللہ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ آیت کریمہ میں جس مستحکم ومضبوط توکل کی ترغیب دی گئی ہے بابائے قوم اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے: مریدین کے نذرانوں پر ہرگز نگاہ نہیں ہوتی بلکہ اپنے رب تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے تھے۔ یوں تو ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے اور اپنے تمام اُمور اللہ تعالیٰ ہی کو سپرد کردینا چاہیئے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے، وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر آتے ہیں۔ (ترمذی، کتاب الزہد، باب فی التوکل علی اللہ، ۴/ ۱۵۴، الحدیث: ۲۳۵۱)

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو شخص فاقہ میں مبتلا ہو اور وہ لوگوں کے سامنے اپنے فاقہ کو بیان کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے فاقہ کو دور نہیں کرتا اور جس شخص کو فاقہ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جلد وفات دے کر یا دیر سے رزق عطا فرما کر بے نیاز کر دے گا۔ (ابوداؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی الاستعفاف، ۲/ ۱۷۰، الحدیث: ۱۶۴۵) باباصاحب کو اپنے رب پر کامل یقین رہتا تھا۔ آپ کے توکل و استغناء سے متاثر ہو کر لوگ آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہو جاتے تھے۔

بابائے قوم کا تصوف وسلوک

باباصاحب ایک عظیم صوفی بزرگ تھے۔ تصوف آپ کی زندگی کا معیار تھا قرآن وسنت کی روشنی میں ''تصوف'' کا مفہوم بہت اعلیٰ ہے: ''تصوف'' کا اصل مادہ ''صوف'' ہے، جس کا معنی ہے ''اون''۔ اور ''تَصَوُّف'' کا لغوی معنی ہے ''اون کا لباس پہننا''صوفیاءٔ کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں: اپنے اندر کا تزکیہ اور تصفیہ کرنا، یعنی اپنے نفس کو نفسانی کدورتوں اور رذائلِ اخلاق سے پاک وصاف کرنا اور فضائلِ اخلاق سے مزین کرنا۔ جیسا کہ رسالہ قشیریہ اور کشف المحجوب میں ہے۔ اور صوفیاء ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے ظاہر سے زیادہ اپنے اندر کے تزکیہ اور تصفیہ کی طرف توجہ دیتے ہیں اور دوسروں کو اسی کی دعوت دیتے ہیں۔ اب لفظ صوفیاءٔ، اپنے لغوی معنی (اون کا لباس پہننے والے) میں استعمال نہیں ہوتا، بلکہ ایسے لوگوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جو اپنے اندر کے تزکیہ وتطہیر کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ اور اب یہ لفظ ایسے ہی لوگوں کے لئے لقب کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ چونکہ ابتدا میں ایسے لوگوں کا اکثر لباس صوف (اون) ہی ہوتا تھا، اس وجہ سے ان کا یہ نام پڑ گیا، اگر چہ بعد میں ان کا یہ لباس نہ رہا۔ چونکہ سلسلۂ مداریہ کو ہندوستان میں تصوف کا بانی قرار دیا جاتا ہے اور حضور مدار پاک سید احمد بدیع الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہندوستان کا پہلا صوفی مانا جاتا ہے۔ اہل ہند میں تصوف کو قبولیت بھی حاصل ہے۔ اس لئے تصوف پر قدرے گفتگو کرنے کی سعادت حاصل کروں گا ناچیز ابوالحماد نے باباصاحب کے تصوف کو قریب سے ملاحظہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ خاندان اصحاب تطہیر سے تعلق رکھنے کی وجہ سے تصفیہ وتزکیہ بابائے قوم وملت کا موروثی خزانہ اور احسان وسلوک خاندانی وطیرہ تھا۔ اس لیئے باباصاحب تصوف وسلوک اور تقویٰ واحسان سے الگ رہ کر زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ ''تصوف'' کی اہمیت سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا ہے: حدیث کی کتابوں میں حدیثِ جبریلؑ کے نام سے ایک مشہور حدیث ہے، اس میں ہے کہ ایک دن حضرت

جبریل علیہ السلام انسانی شکل وشباہت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی بارگاہ ناز میں رب بے نیاز کے حکم سے حاضر ہوئے اور کچھ سوالات عرض کئے، ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ: ''احسان کیا ہے؟'' آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: ''احسان یہ ہے کہ تم اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اپنے رب کو دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اپنے رب کو دیکھ نہیں رہے ہو یعنی یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی ہے تو کم سے کم یہ یقین کرلو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے''۔ (صحیح بخاری) بندہ کے دل میں اسی احسان کی کیفیت پیدا کرنے کا صوفیائے اسلام کی زبان میں دوسرا نام ''تصوف'' یا ''سلوک'' ہے۔ ''تصوف'' دراصل بندہ کے دل میں یقین اور اخلاص پیدا کرتا ہے۔ ''تصوف'' مذہب سے الگ کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ مذہب کی روح ہے۔ جس طرح جسم روح کے بغیر مردہ لاش ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت بغیر اخلاص کے بے قدر وقیمت ہے۔ ''تصوف'' بندہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی محبت پیدا کرتا ہے اور خدا کی محبت بندہ کو مجبور کرتی ہے کہ وہ خلقِ خدا کے ساتھ محبت کرے، کیونکہ صوفی کی نظر میں خلقِ خدا، بمصداق ''الخلق عیال اللہ'' گو کہ مخلوق خدائے تعالیٰ کی عیال ہے اور کسی کے عیال کے ساتھ بھلائی عیال دار کے ساتھ بھلائی شمار ہوتی ہے۔ خدا کی ذات کی محبت بندہ کو خدا کی نافرمانی سے روکتی ہے اور بندگانِ خدا کی محبت بندہ کو ان کے حقوق غصب کرنے سے روکتی ہے، اس لئے صوفیائے کرام حضرات کی زندگی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پوری طرح ادا کرتے ہوئے گزرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو چیز انسان کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنائے اور اس کے بندوں کا خیر خواہ بنائے، اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ''تصوف'' اور اہلِ تصوف کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کسی زمانے میں کہا تھا کہ: ''ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے چھ کروڑ (۸۵ فیصد) مسلمان یقیناً اہلِ تصوف کے فیوض وبرکات کا نتیجہ ہیں''۔ صوفیاء حضرات جن باتوں پر زیادہ زور دیتے ہیں، وہ یہ ہیں:

1: اللہ تعالیٰ کی محبت۔

2: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی اطاعت۔

3: تزکیۂ نفس (اپنے نفس کو فضائلِ اخلاق سے آراستہ کرنا اور رذائلِ اخلاق سے پاک کرنا)۔

4: برداشت اور رواداری۔

5: خدمتِ خلق۔

باباصاحب میں یہ پانچوں صفات اپنے کمال کے ساتھ پائی جاتی تھیں باباصاحب اپنی تعلیمات میں سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیتے تھے وہ عشق الٰہی ومحبتِ خداوندی تھی، کیونکہ محبت ہی ایک ایسی چیز ہے جو محب کو اپنے محبوب کی اطاعت پر مجبور کرتی ہے اور اس کی نافرمانی سے روکتی ہے اور محب کے دل میں محبوب کی رضا کی خاطر ہر مصیبت وتکلیف کو خنداں پیشانی سے برداشت کرنے کی قوت وصلاحیت پیدا کرتی ہے۔ محبت ہی وہ چیز ہے جو محب کو مجبور کرتی ہے کہ وہ ایسا عمل کرے جس سے محبوب راضی ہو اور ہر اس عمل وکردار سے باز رہے جس سے محبوب ناراض ہو، چنانچہ صوفیاء کرام اگر زہد، تقویٰ، عبادت، ریاضت اور مجاہدے اختیار کرتے ہیں تو ان کا مقصد صرف اور صرف خدا کی رضا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ وہ جنت کے لالچ یا جہنم کے خوف سے خدا کی بندگی نہیں کرتے، چنانچہ حضرت رابعہ بصریہ رضی

اللہ تعالیٰ عنھا اپنی ایک دعا میں فرماتی ہیں: ''خدایا! اگر میں تیری بندگی جنت کے لئے کرتی ہوں تو مجھے اس سے محروم رکھنا، اگر میں جہنم کے خوف سے تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھے اس میں جھونک دینا، لیکن اگر میں تیری بندگی تجھے پانے کے لئے کرتی ہوں تو مجھے اپنے آپ سے محروم نہ رکھنا''۔ فراق ووصل چہ خواہی رضائے دوست طلبکہ حیف باشد از دغیر از یں تمنائے ترجمہ: ''فراق ووصل کیا ڈھونڈتا ہے، محبوب کی رضامندی ڈھونڈ کہ محبوب سے محبوب کے سوا کی تمنا کرنا افسوس کی بات ہے''۔ بابا صاحب فرماتے تھے کہ 'صوفی دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے علاوہ اور کسی چیز کو نہیں دیکھتا۔'' آپ فرماتے تھے کہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا تصوف بہت اعلیٰ معیار کا تھا آپ فرماتے ہیں: ''مقربین بارگاہِ الٰہی (یعنی صوفیا حضرات) اگر بہشت چاہتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ ان کا مقصد نفس کی لذت ہے، بلکہ اس لئے کہ وہ خدا کی رضا کی جگہ ہے۔ اگر وہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ اس میں رنج والم ہے، بلکہ اس لئے کہ وہ خدا کی ناراضگی کی جگہ ہے، ورنہ ان کے لئے انعام اور رنج والم دونوں برابر ہیں، ان کا اصل مقصود رضائے الٰہی ہے''

اور یہی بات قرآن وسنت کی تعلیم ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ''۔ (البقرة:165)

ترجمہ: ''اور جو لوگ مؤمن ہیں، وہ سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں''۔

ایک اور آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ''

ترجمہ: (اے حبیب! مسلمانوں سے) فرمادیجئے کہ اگر تمہیں اپنے باپ اور دادا اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور رشتے دار اور وہ تجارت جس کے مندا پڑے جانے سے تم بہت ڈرتے ہو، اور وہ مکانات جنہیں تم بہت عزیز رکھتے ہو، اگر ان میں سے کوئی چیز بھی تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیاری ہے تو پھر انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ صادر ہو جائے اور یاد رکھو کہ اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

آپ نے ارشاد فرمایا: ''من أحب لله وأبغض لله وأعطى لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان''۔ (مشکوٰۃ:۱۴)

ترجمہ: ''جس شخص کا یہ حال ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دے اور کسی کو کچھ دینے سے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہاتھ روکے تو اس نے اپنے ایمان کو کامل کرلیا''۔

آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اَللّٰهم اجعل حبك أحب إلي من نفسي وأهلي ومن الماء البارد''۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: ''اے اللہ! مجھے ایسا کردے کہ تیری محبت اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال سے اور پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہو''۔ اور صوفیا حضرات اسی محبت کو اپنے دل میں اور اپنے مریدین کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے مجاہدے اور ریاضت

کرتے ہیں اور کراتے ہیں۔

۲: رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی اطاعت اور اُن کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کیے بغیر معرفتِ خداوندی اور نجات کا حصول نا ممکن ہے، چنانچہ امام ربانی شیخ احمد سرہندی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: ''اس نعمتِ عظمٰی یعنی معرفت خداوندی تک پہنچنا سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی اتباع سے وابستہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی اتباع کیے بغیر فلاح ونجات ناممکن ہے''۔

محال است سعدی کہ راہ صفا

تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

ترجمہ: ''اے سعدی! یہ ناممکن ہے کہ حضور مصطفیٰ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیروی کیے بغیر خدائی معرفت اور تصفیہ قلب حاصل ہو سکے''۔

یہی بات قرآن مجید میں للہ تعالیٰ اس طرح ارشاد فرماتا ہے: '' قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ''۔

ترجمہ: ''اے حبیب! آپ ان کو بتادیں کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، نتیجے میں اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا''اس لئے کہ للہ جل جلالہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی اطاعت خود خدا کی اطاعت ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ''۔

ترجمہ: ''جس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی'' کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم جو کچھ فرماتے ہیں، وہ وحی الٰہی سے تعبیر ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے: '' وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى''۔

ترجمہ: ''وہ (میرا حبیب) اپنی خواہشات سے نہیں بولتا ہے، وہ (جو کچھ فرماتا ہے) وہ وحی الٰہی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے'' اس لئے ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا: '' مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ''۔

ترجمہ: ''جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں رُک جاؤ'' آپ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کا اس وقت تک ایمان کامل ہی نہیں ہوسکتا، جب تک رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کے ساتھ ہر چیز سے زیادہ محبت نہ کرے اور اپنی ساری خواہشات رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کے فرمان کے تابع نہ بنادے، چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

''لا یؤمن أحد کم حتّی أکون أحب إلیہ من والدہ وولدہ والناس أجمعین ''۔(صحیح بخاری)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا ہے جب تک وہ اپنے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب نہ رکھے''۔'' لا یؤمن أحد کم حتّی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ''۔(بخاری)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ ہوں''۔

۳: تزکیۂ نفس صوفیا حضرات جتنے مجاہدے، ریاضات اور عبادات کرتے ہیں یا ان کا اپنے معتقدین کو درس دیتے ہیں، ان کا اصل

مقصد نفس کا تزکیہ اور تطہیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا نقل فرمائی ہے:" رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ "۔ (البقرۃ:۱۲۹)

ترجمہ:" اے ہمارے پروردگار! میری اولاد میں ان میں سے ہی ایک رسول بھیج دے، جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور اُنہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کے اندر کا تزکیہ کرے۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ظاہر ہے کہ کسی نبی کی بعثت، تلاوتِ آیات اور تعلیم کتاب وحکمت کا اصل مقصد لوگوں کے اندر کا تزکیہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے مقاصد بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:" هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ "۔ (الجمعۃ:۲، ۱۲۵)

ترجمہ:" وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے امی لوگوں میں ان میں سے ہی ایک رسول بھیجا، جو انہیں خدائی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور اُنہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔" اس آیت سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو خدائی آیات سنائیں، ان کا تزکیہ کریں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیں۔ لیکن غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد تزکیہ ہی تھا، کیونکہ تلاوتِ آیات وتعلیمِ کتاب وحکمت کا اصل مقصد تو تزکیہ ہی ہے، کیونکہ اگر تعلیم سے تزکیۂ قلب وتطہیر نفس حاصل نہ ہو تو تعلیم و تعلم، درس وتدریس سب فضول ہے۔ ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:" قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا "۔ (الشمس:۹،۱۰)

ترجمہ:" بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور وہ ناکام ونامراد ہو گیا جس نے اپنے نفس کو خاک آلود کر دیا"۔ "تصوف" جن رذائلِ اخلاق سے اپنے اندر کو پاک کرنے کی تعلیم دیتا ہے، وہ یہ ہیں: بدنیتی، ناشکری، جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، بددیانتی، غیبت وچغلی، بہتان، بدگوئی وبدگمانی، خوشامد وچاپلوسی، بخل وحرص، ظلم، فخر، ریا ونمود اور حرام خوری، وغیرہ۔ اور جن چیزوں سے اپنے اندر کو سنوارنے کی تعلیم دیتا ہے، وہ یہ ہیں: اخلاصِ نیت، ورع وتقویٰ، دیانت وامانت، عفت وعصمت، رحم وکرم، عدل وانصاف، عفو ودرگزر، حلم وبردباری، تواضع وخاکساری، سخاوت وایثار، خوش کلامی وخودداری، استقامت واستغناء وغیرہ"۔ (جیسا کہ ابوالقاسم قشیری کی کتاب "رسالہ قشیریہ" اور علی ہجویری کی کتاب "کشف المحجوب" اور ابونصر کی کتاب "کتاب اللمع" سے ظاہر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن وسنت کا بیشتر حصہ ان ہی رذائلِ اخلاق سے بچنے اور فضائلِ اخلاق سے اپنے آپ کو مزین ومکرم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

نماز کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:" إِنَّ الصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ "۔ (العنکبوت:۴۵)

ترجمہ:" بے شک نماز بے حیائی اور برے اعمال سے روکتی ہے"۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:"

من لم تنهه صلوته عن الفحشاء و المنكر فلا صلوة له"۔ (ابن ابی حاتم)

ترجمہ:" جس کی نماز اُسے بے حیائی اور برے عمل سے نہ روکے، اس کی نماز، نماز ہی نہیں"۔ روزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ "۔ (البقرہ:۱۸۳)

ترجمہ:’’(تم پر روزے اس لئے فرض کئے گئے) تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ‘‘۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:’’ من لم یدَعْ قولَ الزور والعمل به فلیس لله حاجة بأن یدَعَ طعامَهٗ وشرابَهٗ‘‘۔ (جامع ترمذی:707)

ترجمہ:’’جس نے برے قول اور برے عمل کو نہ چھوڑا، اُس کے بھوکے پیاسے رہنے کی خدا کو کوئی ضرورت نہیں‘‘۔ زکوٰۃ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:’’ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا ‘‘۔(التوبہ:103)

ترجمہ:’’حبیب! ان کے اموال سے صدقہ وصول کرو اور اس کے ذریعے ان کے اندر کی تطہیر اور تزکیہ کرو‘‘۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے زکوٰۃ وصدقات کا مقصد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:’ واتقوا الشح فإن الشح أهلك من كان قبلكم، حملهم على أن سفكوا دمائهم واستحلوا محارمهم‘‘۔(۳۲)

ترجمہ:’’(زکوٰۃ وصدقات دیا کرو) اور نفس کی کنجوسی وبخل سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ بخل وکنجوسی (نفس کا ایسا رذیل خلق ہے جس) نے تم سے پہلوں کو ہلاک کر ڈالا جس کے سبب انہوں نے خونریزیاں کیں اور حرام چیزوں کو حلال ٹھہرایا‘‘۔ اس سے صاف ظاہر ہے زکوٰۃ، صدقات وانفاق فی سبیل اللہ کا اصل مقصد انسان کے اندر کا تزکیہ ہے۔ حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:’’ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ‘‘۔(البقرۃ:197)

ترجمہ:’’جو شخص حج کے مہینوں میں حج کی نیت کرے، اُسے چاہیے کہ (عورتوں سے) چھیڑ چھاڑ نہ کرے، نافرمانی اور لڑائی جھگڑا نہ کرے‘‘ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ‘‘۔(البقرہ:197)

ترجمہ:’’سفر کا سامان اپنے ساتھ لے کر نکلو، کیونکہ بہترین توشہ تقویٰ ہے‘‘۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:’’ من حج لله فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته أمه‘‘۔ (صحیح بخاری کتاب الحج صحیح مسلم)

ترجمہ:’’جس نے خدا کی رضا کے لئے حج کیا اور اس میں اپنے آپ کو گناہ اور نافرمانی سے بچایا، وہ گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو کر لوٹا جیسے گویا اس کی ماں نے آج اُسے جنم دیا ہے‘‘۔ ان آیات واحادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ ارکانِ اربعہ کا اصل مقصد تزکیہ و تطہیرِ قلب ہی ہے، جس کا صوفیا درس دیتے ہیں۔ حضور بابا صاحب نے اسی تزکیہ واحسان والے تصوف کو اپنی حیات کا جزء لاینفک بنالیا تھا۔ اول وہلہ میں ہی آپ کو دیکھنے والا آپ کو ایک صوفی صافی سمجھ لیتا تھا۔ آپ کی گفتگو، آپ کے لباس اور آپ کی بود وباش سے تصوف ہی تصوف چھلکتا تھا۔ اخلاصِ نیت، ورع وتقویٰ، دیانت وامانت، عفت وعصمت، رحم وکرم، عدل وانصاف، عفوودرگزر، حلم وبردباری، تواضع وخاکساری، سخاوت وایثار، خوش کلامی وخودداری، استقامت واستغناء کے پیکر تھے ہمارے بابا صاحب۔ بابائے قوم پیکر اخلاق و احسان حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اخلاق کی تعریف یوں فرمائی ہے کہ”اخلاق نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی سہولت سے صادر ہوتے ہیں ان کے کرنے کے لئے سوچ وبچار کے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی”الاخلاق ملکة یصدر عنه الأفعال بسهولة“۔ (احیاء العلوم) گویا اخلاق کا اطلاق انہی خصائل وعادات پر ہوگا جو پختہ ہوں، جن کی جڑیں قلب وروح میں گہری ہو چکی ہوں۔ اسلام میں ہمیشہ اخلاق حسنہ کی تعلیم اور حوصلہ افزائی کی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور اخلاق کریمانہ کو انسانیت کے

لئے بہترین نمونہ قرار دے کر آئیڈیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی بعثت کا مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ مجھے اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔(مسند احمد) قرآن پاک میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے طرز زندگی کو بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے، اور آپ کے اخلاق و کردار کے بارے میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کا قول ہے: کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآنُ، گویا آپ کے اخلاق قرآنی اخلاق تھے، جن باتوں کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کرنے کا حکم دیا، آپ نے کر کے دکھایا، اور جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے: حضور سیدنا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خود بھی اس سے اجتناب کیا اور امت کو بھی اس سے بچنے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اوصاف حمیدہ میں نمایاں صدق و وفا، حلم و بردباری، قوت برداشت، قدرت پا کر درگزر کرنا، مصائب پر صبر کرنا، جود و سخا، امانت داری و دیانت، سچائی اور راست بازی، شجاعت و بہادری، خوش اخلاقی، صلح جوئی، توکل، راست بازی، مہمان نوازی، میانہ روی، حیوانوں پر رحم، غرباء کی اعانت محبت، اکل حلال، حیاء و پاکدامنی، عاجزی و انکساری، عدل و انصاف اور دوسروں کی فلاح و کامیابی کے لیے ہمہ وقت بے چین رہنا تھا۔ اخلاق کریمانہ کے جو معیار احادیث کریمہ میں بیان ہوئے ہیں۔ اس آئینے میں جب ہم بابائے قوم و ملت کے اخلاق و کردار کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ صداقت و وفاداری، حلم و بردباری، قوت برداشت، عفو و درگزر، صبر و رضا، حیاء و پاکدامنی، عدل و اخوت، مروت و محبت، دوسروں کیلئے کچھ کرنے کا جذبہ، اور صلہ رحمی اور بندہ نوازی میں آپ اپنے اجداد باکرامت کے آئینۂ اخلاق کریمہ نظر آتے تھے۔ آپ سے ملنے والا کبھی شکوہ کناں نہیں ہوتا تھا۔ بندہ پروری اور مہمان نوازی آپ کی بڑی خصوصیت تھی، اکثر و بیشتر اوقات علمائے کرام آپ کو اپنی جھرمٹ میں لیئے رہتے تھے۔ آپ کی اہلیہ سیدہ سکندر جہاں رحمہا اللہ تعالیٰ بھی آپ ہی کی طرح بہت کریمہ صفات تھیں۔ آپ بابا حضور کی کردار سازی میں برابر کی شریک تھیں۔ نہایت صابرہ، متقیہ اور اوصاف حمیدہ کی خوگر تھیں۔ بابائے قوم کے اخلاق و عادات کی امینہ تھیں۔

بابائے قوم اور جامعہ مدار العلوم مدینۃ الاولیاء

جامعہ عربیہ مدار العلوم مدینۃ الاولیاء مکنپور شریف کا مرکزی ادارہ ہے۔ یہ جامعہ صدیوں سے تشنگان علوم و معرفت کیلئے چشمۂ زلال اور آبجوئے علم و عرفان اور خانقاہ معلیٰ مداریہ کی زیب و زینت ہے جہاں علوم نبویہ اور تصوف و عرفان کا جام پلایا جاتا ہے۔ پہلے مدار العلوم کے نام سے ایک ادارہ ہوا کرتا تھا اور مدینۃ الاولیاء کے نام سے دوسرا ادارہ تھا۔ دو الگ الگ ادارے تھے۔ جامعہ مدار العلوم حکیم الامت حضرت بابا ولی شکوہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی صدارت اور شیخ الھند حضرت مرشدی سیدنا ذوالفقار علی قمر مداری علیہ الرحمۃ والرضوان کی سرپرستی میں اور ڈاکٹر سید مقدس حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظامت اور اراکینِ جامعہ کی کارکردگی میں چلتا تھا جبکہ جامعہ مدینۃ الاولیاء ظہیر الاتقیاء حضرت شیخ طریقت سید ظہیر المنعم عرف ببن میاں صاحب کی سرپرستی و خطیب اعظم حضرت سید العلماء علامہ سید غلام السبطین علیہ الرحمۃ کی صدارت اور مولانا سید نور الاخیار میاں بدیعی اور ان کے ہمنواؤں اور ساتھیوں جناب سید محمد ارغون میاں جعفری اور دیگر اراکینِ جامعہ کی کارکردگی میں چلتا تھا لیکن بعد میں ان بزرگوں نے اپنی سوجھ بوجھ اور دور اندیشی سے کام لے کر دونوں اداروں کو ایک میں ضم کر کے جامعہ عربیہ مدار العلوم مدینۃ الاولیاء اس کا پورا نام رکھ دیا اس طرح دونوں ادارے ایک ہو گئے اور مضبوطی سے مستقبل

سازی کرنے لگے۔1984ء میں اس کا رجسٹریشن بھی کرالیا گیا تھا اور اب یہ جناب حضور مرشد گرامی شیخ الھند سید ذوالفقار علی قمر مداری کی سرپرستی اور بابائے قوم حضرت حکیم الامت سید ولی شکوہ قدس سرہ کی صدارت اور جناب شیر بیشۂ مداریت ڈاکٹر سید محمد مرغوب عالم وخیر الاذکیا حضرت علامہ سید نور الاخیار بدیعی واراکینِ جامعہ کی نظامت میں چلنے لگا اور اپنی بہترین کارکردگی پیش کرنے لگا1989ء میں مولانا سعید اختر پلاموی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بطور صدر المدرسین یہاں تشریف لائے اور تعلیمی معیار کو مزید مستحکم کیا۔1990ء میں مجھ ناچیز کی تقرری جامعہ ہذا میں ہوئی اور تعلیمی سرگرمیوں میں مزید بہتری پیدا ہوئی۔لیکن جامعہ اس وقت خانقاہ شریف کے صحن مقدس میں ہی چلتا تھا۔مولانا سعید اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا سید نور الاخیار صاحب بدیعی نے بمعرفت علامہ خلیق احمد اعظمی صدر المدرسین مدرسہ جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ بنارس سے مکنپور شریف بحیثیت صدر مدرس بلایا۔اس وقت میں جامعہ حبیبہ رضویہ گوپی گنج میں مدرس اعلیٰ کی جگہ خدمت کر رہا تھا اس جامعہ کی بنیاد رکھنے اور تعمیر کرانے میں میرا اور میرے احباب مولانا مختار احمد مصباحی اور تاج محمد مصباحی صاحبان کا کلیدی رول تھا۔بڑی مشقت اور محنت کے ساتھ اس جامعہ کو فروغ دیا،لیکن مشیت ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ربیع الاوّل شریف کے بعد میں نے کم تنخواہ ملنے کے سبب استعفیٰ لکھ دیا اور وہاں سے جامعہ ضیاء العلوم کچی باغ پیلی کوٹھی میں آگیا جہاں شیخ کبیر علامہ عزیز الحق کوثر ندوی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں عظیم الشان تین منزلہ عمارت میں عالی شان مدرسہ چل رہا تھا اس جامعہ میں حضرت علامہ کوثر ندوی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور مولانا مفتی عمر صاحب کی صدارت میں ادارہ میں خدمت کا موقع ملا۔وہاں صحیح مسلم،ملاحسن،ھدایۃ،قطبی،الجوہرۃ النیرۃ اور المختارات جیسی عظیم کتابیں زیر درس رہیں۔حضرت علامہ موصوف کا اعتماد جیتنے میں میں کامیاب ہوگیا۔وہاں کا دور میرے لیئے بڑا خوشگوار دور تھا۔ایک بزرگ،ایک ولی اور عالم کبیر کی صحبت سے میں کافی مانوس تھا اور خوش بھی تھا۔رمضان المبارک کے بعد جب دوبارہ جامعہ آنا ہوا تو کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت کا وصال ہوگیا۔میں ایک بزرگ ہستی کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگیا۔حضرت کے صاحب زادگان بھی بڑی محبت فرماتے تھے بلکہ دو صاحبزادے تو میرے شاگرد بھی تھے جو مجھ سے بڑی انسیت بھی رکھتے تھے۔کاتب تقدیر نے میرے مقدر کی ڈور قطب المدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جالیوں سے باندھ رکھی تھی اس لیے بقرعید میں اچانک حضرت مولانا سعید اختر صاحب کا اس جامعہ میں آنا ہوا خط وکتابت کے ذریعہ رابطہ بنا رہتا تھا حضرت تشریف لائے اور ایک دم یہ فرمائش کردی کہ بارگاہِ مدار پاک میں میرے ساتھ آپ کو چلنا ہے چونکہ آپ میرے جگری دوست اور ہم کلاس ساتھی تھے آپ کے التماس کو میں ٹال نہ سکا اور صرف ایک ہفتہ کی چھٹی لے کر بذریعہ بس مکن پور شریف آنا ہوا۔رزاق کائنات نے بنارس جیسے خوبصورت شہر سے میرے رزق کی بساط کو لپیٹ دیا اور مکنپور شریف کا دانہ پانی اور دامن مدار اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے نام لکھ دیا۔اس عظیم بارگاہ میں سلام ونیاز پیش کر کے جب جامع مسجد کے حجرے میں آیا تو مولانا سعید صاحب نے کہیں سے کھانا منگایا اور کھانا تناول کیا گیا۔مولانا صاحب نے ایک دم سے اپنی منشاء ظاہر کی کہ اب آپ کو یہیں تعلیم دینا ہے۔میں تعجب میں پڑ گیا کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ میرا سامان اور قیمتی کتابیں تو ابھی بنارس میں ہی ہیں۔اس کے علاوہ میں نے وہاں کے ذمہ داران کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی ہے اور نہ ہی میرا وہاں سے استعفیٰ ہوا ہے۔لیکن کوشش کے باوجود میں کچھ نہ کرسکا۔دوستی جیت گئی اور میں بارگاہ مدار اعظم میں اپنا دل ہار گیا۔عصر کے بعد دوبارہ

حاضر بارگاہ ہوا مدار پاک کی بارگاہ میں میں نے اپنا فیصلہ پیش کر دیا دوسرے دن صبح آٹھ بجے ایک طویل القامت۔ شکیل و وجیہ بزرگ اپنے مخصوص لبادے میں تشریف لائے، مولانا صاحب نے میرا تعارف کروایا اور مجھے بتایا کہ یہی باباولی شکوہ صاحب مدظلہ العالی ہیں۔ دھیرے دھیرے کچھ اور بزرگ بھی اکٹھا ہو گئے مجھے یاد آ رہا ہے کہ ایک مولانا سید نورالاخیار صاحب تھے اور ایک جناب سید منظر علی میاں تھے۔ اس وقت ان حضرات کا نام بھی نہیں معلوم تھا۔ فوراً بابا صاحب نے ایک رقعہ میرے حوالے کیا جس کی تحریر میرے لیئے ایک دم نئی تھی۔ مجھ سے کہا گیا آپ اس کا ترجمہ لکھ دیں۔ رقعہ کی تحریر تھی۔ "یا مدار اللذی لا بدایۃ لذاتہ ولا نہایۃ لملکہ یا مدار الدنیا والآخرۃ" فوراً میرے قلب میں جیسے القاء ہوا، میں نے ترجمہ لکھ دیا" اے اس ذات باری کے مدار جس ذات باری کی کوئی ابتدا نہیں اور جس کی سلطنت کی کوئی انتہا نہیں اے دنیا اور آخرت میں مدار" بابا صاحب نے خوشی کا اظہار کیا اور حکم فرمایا کہ مولانا! اب آپ کو یہیں مکن پور شریف میں رہنا ہے۔ (اس وقت مجھے سلسلۂ عالیہ مداریہ سے کسی بھی سلسلے کے مولویوں کے اختلاف کا علم بھی نہیں تھا) ۔ مولانا سعید اختر صاحب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رزق یہیں مقدر کر دیا ہے۔ اس طرح 1990ء میں حضرت مولانا سعید اختر صاحب کی محبتوں اور مشائخ مکنپور شریف کی عنایات باطنیہ نے میرے پائے رفتن کو گرفتہ کر دیا اور اس طرح میں چمپارنی سے مکنپوری ہو گیا۔ مدار پاک نے اپنی خاص توجہات فرما کر مجھے اپنے لیئے منتخب فرما لیا۔

دو سال تک ادارہ کبھی درگاہ شریف تو کبھی جامع مسجد میں اور کبھی مسافر خانہ میں کار تعلیم و تعلم انجام دیتا رہا۔ تعلیم تو کہیں بھی دی جاسکتی ہے قدماء کی تعلیمی سنت یہی رہی کہ کبھی خانقاہوں میں تو کبھی جامع مسجدوں میں ہی تعلیم دیتے رہے اور افراد سازی کرتے رہے لیکن اگر جامعہ کی خود کی عمارت نہ ہو تو تعلیم میں استقلال باقی نہیں رہتا ہے۔ میں ایک دن جامعہ احمدیہ قنوج گیا وہاں حضرت مولانا آفاق صاحب بحر العرفان مجددی رحمہ اللہ سے میری ملاقات ہوئی حضرت نے بہترین طرح سے اعزاز یہ دیا اور برجستہ ارشاد فرمایا کہ آپ جیسا ایک بہترین مدرس کی ضرورت ہے اگر آپ میرے یہاں آجائیں تو بہت اچھا رہے گا میرے یہاں تعلیمی معیار بہتر ہو جائے گا پھر میرے مشاہرے سے متعلق سوال کرنے لگے میں 800 سو روپے بتائے۔ مولانا صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میں آپ کو 1800, روپیے دوں گا آپ میرے یہاں آجائیں۔ میں مکن پور شریف واپس آ گیا لیکن راستے میں میرا عزم متزلزل ہو گیا اور میں نے آتے آتے اس شرط کے ساتھ اپنا استعفیٰ بابا صاحب کو سونپ دیا کہ دو سال میں ابھی تک مدرسہ کی عمارت نہیں بن پائی ہے۔ مجھے زیادہ امید نہیں دکھ رہی ہے۔ یا تو آپ حضرات مدرسہ کی عمارت الگ بنوائیں یا پھر میرا استعفیٰ ہے۔ ڈاکٹر سید محمد مرغوب عالم صاحب کے یہاں کمیٹی بلائی گئی میلیجمنٹ کے سامنے میرا استعفیٰ نامہ پڑھ کر سنایا گیا۔ سب کے سب دنگ رہ گئے بڑے افسردگی کا ماحول بن گیا۔ دو سال کی کارکردگی میں میں نے بزرگوں کے دل میں جگہ بنالی تھی میں مصر ہو گیا کہ اگر مدرسہ کی عمارت الگ نہیں بنائی گئی تو میرا استعفیٰ یقینی ہے۔

اس وقت بابا صاحب نے میری طرف بڑی توجہ سے دیکھا، ارشاد فرمایا: ادھر دیکھئے مولانا صاحب! رزق تو اللہ پاک آپ کو کہیں بھی عطا فرمادے گا۔ میری نگاہ دیکھ رہی ہے کہ زمانے میں آپ روشن رہیں گے لیکن مدار پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو مکنپور شریف کے علاوہ کہیں نہیں ملیں گے۔ اگر آپ ہم سادات کا دل توڑ کر جانا ہی چاہتے ہیں تو بھی ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں لیکن میں کہہ رہا ہوں

کہ آپ کہیں نہیں جائیں گے آپ کو یہیں مکنپور شریف میں ہی رہنا ہے اور یہیں آپ کی قبر بھی بنے گی، میرے مدار نے آپ کو بلایا ہے۔ باباصاحب کے ان جملوں نے دل کے تاروں کو جھنجھوڑ دیا" مدار پاک صرف مکنپور شریف میں ملیں گے۔ سادات کا دل توڑ کر جانا ہے تو بھی ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، آپ کو یہیں رہنا ہے، آپ کی قبر یہیں بنے گی، میرے مدار نے آپ کو بلایا ہے" یہ محبت اور در مدار سے دوری کی نصیحت ایسی تھی کہ میں سناٹے میں آ گیا کہ باباصاحب نے کتنی بڑی بات ارشاد فرمادی میں سوچنے لگا کہ کیا کروں اور کیا کہوں کہ خود باباصاحب نے ارشاد فرمایا: مولانا! ہم سے جتنا بنا ہم نے بہتر انتظام کیا اگر آپ اس سے بہتر کر سکتے ہیں تو ہم لوگ پورا مدرسہ آپ کے حوالے کر رہے ہیں۔ اگر آپ الگ سے کوئی جدید عمارت بنوا سکتے ہیں تو آپ کو اجازت ہے۔ ہم سب لوگ اپنی ذمہ داری سے مستعفی ہو رہے ہیں اب آپ ہی مدرسہ چلائیں۔ اللہ اکبر مجھ ناتواں پر اتنی بڑی ذمہ داری یکلخت ڈال دی گئی۔ میں سراپا محو حیرت بنا رہا۔ میرے حواس بیدار ہوئے کہ باباصاحب اور یہ عظیم سادات مکنپور شریف کچھ سمجھ کر ہی اتنی بڑی ذمہ داری دے رہے ہیں۔ میں نے ذمہ داری کو قبول کرلیا اور عرض گزار ہوا کہ میں ان شاء اللہ آپ کا بھروسہ نہیں ٹوٹنے دوں گا۔ ان شاء اللہ میں آپ حضرات کی خصوصی دعاؤں سے ایک عظیم الشان مدرسہ بنا کر ضرور کھڑا کروں گا، لیکن مجھے مدرسے کا خزانچی تو ہر حال میں چاہیے۔ اس وقت حضرت منشی علی اختر صاحب رحمہ اللہ جامعہ کے خزانچی تھے۔ 464 روپے مبلغ مدرسہ کے کھاتے میں تھے جو میرے ذمہ سونپ دیئے گئے۔ جس میں میرے علاوہ چار مدرسین کی تین ماہ کی تنخواہ باقی تھی حضرت مولانا محمد سعید اختر صاحب کی تنخواہ 800, روپے اور مولانا سید انتخاب عالم صاحب کی چار سو 400, روپیے، حضرت قاضی سید محمد عتیق صاحب اور ماسٹر سید بہار احمد صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کی حسب ترتیب 300, اور 250, روپیے تھی۔ یہی کل کائنات تھی جو میرے ذمہ میں سونپی گئی۔ لیکن ساتھ میں ان بزرگوں کی ڈھیر ساری دعائیں بھی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ آخر میں اتنی بڑی ذمہ داری کیسے نبھالوں گا۔ میں در مدار پاک حاضر ہوا اور اللہ تعالیٰ سے آپ کو وسیلہ بنا کر بڑی لجاجت کے ساتھ دعا کی اور رب کریم کی توجہات کا طالب ہوا۔ دل کو بڑا سکون ملا وہاں سے میں سیدھے گرام پردھان سید محمد داراشکوہ صاحب کے پاس آیا جو مجھے بہت چاہتے تھے۔ اور مجھ سے خوش بھی رہتے تھے۔ آپ بہت فیاض اور سخی طبیعت کے مالک تھے اور بہت ذی شعور بھی تھے۔ اور بہت مدبر اور عقلمند بھی تھے۔ اگر چہ آپ گرام پردھان تھے لیکن ایک دردمند دل اپنے سینے میں رکھتے تھے۔ علماء پرور اور وسیع دسترخوان کے مالک تھے۔ آپ باباصاحب کے سگے چھوٹے بھائی بھی تھے۔ میں آپ کے پاس گیا اور آپ سے اپنے دل کی بات بتائی اور درخواست کی کہ میں مدرسہ بنوانا چاہتا ہوں مجھے آپ اس کار خیر کیلئے زمین دیجئے۔ پردھان سید داراشکوہ جعفری صاحب (اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر رحمت ونور کی بارش نازل کرتا رہے) نے مجھ سے کہا مولانا آپ مدرسہ بنائیں گے؟ آپ کیسے مدرسہ بنائیں گے؟ یہاں تو ذرائع نہیں ہیں۔ آپ کیسے اتنا بڑا کام کرلیں گے؟ میں نے بہت اصرار کیا، اپنی پوری روداد بیان کی۔ آپ بستر سے اٹھے اور اس مقام پر آ کر کھڑے ہو گئے جہاں مجھے مدرسہ بنانا تھا۔ وسیع وعریض اونچا نیچا ایک خالی میدان پڑا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ پردھان جی مجھے یہی زمین چاہیئے۔ بولے کہ جتنی زمین آپ کو چاہئے اتنی لے لیں۔ میں نے ایک بچے سے ایک کلو باند منگا یا اور اسے کھول کر بہت دور تک کھینچ دیا۔ درگاہ روڈ کی سڑک سے لے کر تقریباً سرکاری اسپتال کی نصف زمین تک کھونٹا گاڑ کر رسی تان دی۔ آپ نے کہا کئی بیگھہ گھیر و گے؟ ایک دو کمرے تو

کوئی بنا نہیں پاتا۔آپ اتنا کیسے بنائیں گے۔ میں نے کہا حضرت آپ زمین دے دیں اور میرے لیئے دعا بھی کر دیں۔ پردھان جی نے کہا آپ سے جتنا ہو سکے آپ بنالیں۔ دوسرے دن میں نے جامع مسجد سے اعلان کرا دیا کہ پرسوں جمعہ کے بعد مدرسے کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔ سارے بزرگوں کو خوشخبری سنائی۔ سب نے مزید دعائیں دیں۔ میں نے جمعرات کو ہی بنیاد کھودنے کیلئے مزدور لگا دیئے۔ علامہ سوز مرحوم کے داماد صاحب کو کام کی ذمہ داری سونپ دی اور ایک ٹھلیا پانچ روپے کرایہ پر لیا۔ بیس روپے میں لاؤڈ اسپیکر سیٹ، سید احمر علی میاں کے یہاں سے اور دو روپے کی چارج شدہ بیٹری قاضی سعید اختر مرحوم کے صاحب زادے کے یہاں سے لائے جمعہ کو صبح سات بجے سے مولانا سعید اختر صاحب اور مدرسہ کے طلباء کو ساتھ لے کر بستی میں چندہ کرنے نکل پڑے، پوری بستی کی ہر گلی کا چکر لگایا اور آواز لگاتے رہے کہ تعمیر مدرسہ کیلئے چندہ دیجیے، تعمیر مدرسہ کیلئے چندہ دیجیے۔ جمعہ سے کچھ قبل جامع مسجد واپس آئے۔ اس وقت جامع مسجد ہی کے حجرے میں میرا قیام بھی تھا۔ صحن مسجد میں مدرسہ لگتا تھا۔ کل 3500, تین ہزار پانچ سو روپے چندہ میں آئے۔ 900, سو روپے میں فی ہزار 600 سو کی در سے 1500, اینٹیں ادھار منگا رکھی تھی۔ جمعہ کی نماز کے بعد 29 مئی 1992ء مطابق 1413ھ کو حضرت مولانا سید ذوالفقار علی قمر مداری صاحب قبلہ، حضرت سید بابا ولی شکوہ صاحب قبلہ، حضرت سید ظہیر المنعم عرف ببن میاں صاحب قبلہ۔ حضرت علامہ سید معزز حسین ادیب صاحب، حضرت مولانا سید نور الاخیار صاحب و حضرت سید محمد ارغون میاں صاحب، حضرت ڈاکٹر سید محمد مرغوب عالم صاحب، حضرت سید منشی علی اختر صاحب، و سید غلام حسنین عرف منجھلے بھائی صاحب و سجادہ نشین سید ظفر حبیب میاں و حکیم سید ظفر الاسلام صاحب و حضرت سید منظر علی میاں اور حضرت سید مختار علی میاں صاحبان و سید احمد مراد سید امیر الباقی میاں صاحبان اور مدرسہ کے محاسب حضرت صوفی سید عظیم الباقی میاں مداری اور ڈاکٹر سید محمد مقتدیٰ حسین جعفری اور حضرت صوفی سید شفیع الحسن میاں صوفی سید مظہر علی و سید کرار علی میاں و سید اختیار آحمد میاں صاحب وغیرھم اور بہت سارے مشائخ و سادات مکنپور شریف اس مقام پر تشریف لائے سب سے پہلے ان تین حضرات حضور سید ذوالفقار علی قمر مداری صاحب و حضور بابا ولی شکوہ مداری صاحب و حضرت سید ظہیر المنعم ببن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہم نے بنیاد کی اینٹیں رکھیں۔ بابا صاحب نے مجھے بھی حکم دیا کہ دو اینٹ تم بھی رکھو اور میرے ساتھ مولانا سعید اختر صاحب نے بھی ایک اینٹ رکھی اور پھر تمامی سادات کرام و مشائخ عظام نے ملکر جامعہ عربیہ مدار العلوم مدینۃ الاولیاء مکنپور شریف کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ پوری بستی میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی اس کے بعد۔ 1992ء میں ہی مجھے صدر المدرسین منتخب کر دیا گیا پھر ہر جمعہ کو ٹھلیا گھما کر چندہ کرتا رہا اور تعمیری کام بند نہیں ہونے دیا۔ شب برأت کی چھٹی میں بنارس گیا چونکہ میں نے وہاں سے تعلیم حاصل کی تھی اس لئے وہاں کچھ لوگوں سے شناسائی تھی۔ جناب عبدالعزیز مہتو ساکن مدنپورہ نے بڑا تعاون پیش کیا اور قمر الدین بجرڈیہہ نے بھی تعاون کیا اسطرح وہاں سے 18000, ہزار روپے زر نقد لایا اور پھر دھیرے دھیرے جامعہ کے دو تین کمرے بن گئے۔ صفر المظفر میں حضور قطب عالم مولانا سید کلب علی علیہ الرحمہ کے عرس مقدس کے ایام میں الحاج سلطان احمد وقاری مداری کلکتوی سے میری ملاقات ہوئی اور ان سے مدرسہ سے متعلق بات کی تو انہوں نے ایک کمرے کیلئے ہاں کر دیا اور سید منظر علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کو 60000, ہزار روپیہ عنایت فرما دیئے ان کے نام سے بھی ایک کمرہ میاں صاحب نے تیار کرا دیا۔ اسی طرح میں جب بمبئی گیا تو جناب صوفی جمال الدین صاحب ذوالفقاری مداری سے درخواست کی انہوں نے بھی ایک کمرہ بنوایا اور اسی طرح سے رفتہ رفتہ جامعہ پروان چڑھنے لگا۔ دو سال کی محنت و مشقت کے بعد جب ایک طرف کی عمارت مکمل ہوگئ تو مدرسہ کو گرانٹ پر لانے کیلئے اسکیم بنی۔ مدرسہ کا رجسٹریشن تو بابائے قوم وملت نے 1984ء میں ہی کرا دیا تھا اب گرانٹ کیلئے کوششیں شروع ہوئیں۔ اس کام میں میرے ساتھ سب سے زیادہ اولین کوششیں دو حضرات نے کیں ایک حضرت مولانا سید مقتدیٰ حسین جعفری صاحب اور ایک سید اختر حسنین میاں مداری، بعد میں مولانا سید انتخاب عالم صاحب نے بھی بھرپور ہاتھ بٹایا اور مدرسہ گرانٹ پر آ گیا۔

QUARTERLY URDU

RAHBARE NOOR

MAKANPUR SHARIF, KANPUR
PRGI No. UPURD/2020/89824
L-POST REGISTRATION
"RAHBARE NOOR" K.P.(M.) /007/2021-23
MAKANPUR SHARIF, KANPUR, INDIA PINCODE-209202

میں اپنے مرشد کامل

حضور سید محمد ولی شکوہ علیہ الرحمۃ والرضوان

کی بارگاہ میں اپنی عقیدتوں کا خراج نذر کرتے ہوئے

"بابائے قوم وملت نمبر"

شائع کرنے کے لئے ادارہ رہبر نور کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

پیکر کلینک سی بی گنج، بریلی

ڈاکٹر سید سمیع الباقی جعفری

VERY VERY CONGRATULATIONS TO
" IDARA RAHBARE NOOR "
FOR - BABA-E-QAUM 'O' MILLAT NO.

PAIKAR CLINIC

(DR. S.B. JAFRI)
C. B. GANJ - BAREILLY

CHIEF EDITOR
ABUL MASHRAB
SYED MUQTIDA HUSAIN JAFRI
H.O.: P.O. Makanpur Sharif, Kanpur Nagar,India- 209202
Please Contact us: 95566 7119, 8737967832
6394344966, 9760422993, 8840701867

AL-MADAR OFFSET
M.8795601301